بابک خرمی

حصہ دوم

ایک دلچسپ اور تحیر خیز تاریخی ناول

مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

جو

سنہ ۱۹۱۸ء کے خریداران دلگداز کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا گیا

اور

باہتمام خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر و پبلشر دلگداز

سنہ ۱۹۱۸ء میں

دلگداز پریس لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان میں چھپ کے

شائع ہوا

سخن سنج!
سخن سنج!!
کارخانہ روغن الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر
عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے
خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو
اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ بامزہ تمباکو
آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

لعل گم شدہ

ایک چھوٹا قافلہ جس مین پانچ مسلح مرد ہین اور سعد برقع پوش عورتین خچرون پر سوار اُس سلسلۂ کوہ کو قطع کر رہا ہی جو عراق عرب و عراق عجم کے درمیان حدِ فاصل ہی اور خلیج فارس سے شروع ہو کے شمال مین کوہ جودی تک چلا گیا ہی۔ اس کوہستان کی ایک گھاٹی مین یہ قافلہ مشرق کی طرف داخل ہوا ہی اور مغرب کو جا رہا ہی۔ یہ گھاٹی بظاہر ایسی معلوم ہوتی ہی کہ گویا پہاڑ کو کاٹ کے بنائی گئی ہی اس لیے کہ دونون جانب سنگ خارا کی چٹانین کھڑی کاٹ دی گئی ہین اور بہت ہی پتلا گہرا اور تاریک راستہ بنا لیا گیا ہی۔ اس راستے مین جاتے جاتے ان لوگون کو داہنے ہاتھ کی طرف پتھرون پہ تصویرین کھُدی ہوئی نظر آئین جن کو دیکھ کے یقین ہو جاتا ہی کہ کسی بڑے کامل فن نقاش کے ہاتھ کی صنعت ہین۔

ان تصویرون کے برابر پہونچ کے قافلے والون مین سے ایک خوش رو نوجوان اس قدیم نقاشی کو دیکھ کے مسکرایا اور بولا "یہ بڑا تاریخی مقام اور ساسانیون کے آخری عہد کی یادگار ہی۔ شیرین اور خسرو و فرہاد کے عشق کا افسانہ آپ نے سنا ہی ہو؟ اس افسانے کی سرزمین یہی جگہ ہی۔ (ایک بلند قلۂ کوہ کی طرف اشارہ کر کے) وہ دیکھو کوہ بیستون ہی۔ (ایک شکستہ عمارت کو دکھا کے) وہ ڈیوڑھی قصر شیرین کے کھنڈر ہین۔ یہ گھاٹی وہ سڑک ہی جو فرہاد نے عشق شیرین کے جوش مین کوہ بیستون کو کاٹ کے بنائی تھی۔ اور اسی طرف ذرا بلندی پر وہ

دُودھ کی نہر ہے جو فرہاد نے شیرین کے لیے تیار کی تھی"

یہ سُن کے اُس عورت نے جو دو اُن عورتوں میں کمسن اور نوخیز و نازنین تھی اپنی دلکش و نغمہ خیز آواز میں پوچھا "کیا تم نے اُوپر جا کے اُس نہر کو دیکھا ہے ؟"

نوجوان :- "ہاں میں کئی بار دیکھ چکا ہوں"

نوخیز نازنین :- "اور یہ تصویریں کس نے بنائی ہیں ؟"

نوجوان :- "فرہاد نے جس کا عاشقی کے کمال میں آج تک کوئی جواب نہیں پیدا ہوا۔ یہ کام انسان کے کرنے کے نہ تھے مگر عشق شیرین کی دُھن میں اُس نے پتھروں کو کاٹ کے جُوئے شیر بہائی۔ پہاڑوں کو کاٹ کے یہ سڑک بنائی۔ اور ان پتھر کی دیواروں میں تصویریں کھود کے بنا دیں"

نازنین :- "اور تصویریں کس کی بنائی ہیں ؟"

نوجوان :- "اپنی محبوبہ شیرین کے سوا اور کس کی تصویریں بناتا ؟ اُس کی اور اُس کی سہیلیوں کی تصویریں ہیں"

نازنین :- "ذرا یہاں ٹھہرو۔ جاتے میں ان تصویروں اور اُوپر والی نہر اور شیرین کے قصر کو دیکھنا چاہتی ہوں"

نوجوان :- "ریحانہ ! دن بہت کم رہ گیا ہے۔ اور ہمیں شام ہونے سے پہلے اس گھاٹی میں سے نکل کے جانا ضرور ی ہے"

نازنین :- "یہیں شام ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے ؟ آج رات قصر شیرین کے کھنڈروں میں ٹھہر جاؤ۔ چاندنی رات ہے۔ پہاڑ کے اُوپر اور شیرین کی جُوئے شیر کے کنارے چاندنی میں بڑا لُطف آئیگا"

عالیہ :- "بیٹا علی تم اسے بکنے دو۔ اس جنگل اور پہاڑ میں رات کو خدا جانے کیا آفت اُٹھ کھڑی ہو۔ خدا خدا کر کے کن مصیبتوں کے بعد بے رحم خرمیوں کے ہاتھ سے چھٹکارا نصیب ہوا اب کی اُن کے ہاتھ میں پڑ گئے تو قیامت ہی ہو جائے گی"

ریحانہ :- "میں تو اماں یہاں کی سیر کیے بغیر نہ جاؤں گی۔ تم لاکھ منع کرو۔ میرے ابن عم علی وہی کریں گے جو میں کہوں گی"

علی :- "میں وہی کروں گا جو تم کہو گی" یہ کہہ کے علی نے خچروں کو روکا۔ اُترا ساتھ والی

عورتون کو اُتارا - اور اپنے ہمراہی مسلح مردون کی طرف دیکھ کے کہا "مین جانتا ہون کہ آپ کو واپس جانے کی جلدی ہے اور ماہویہ نے جب آپ کو میرے ساتھ کیا ہے اُس وقت کہدیا تھا کہ آپ کو بہت جلد واپس کرون - مگر میری اس بنت عم کی خاطر سے اُمید ہے کہ آج شب کو آپ ہمین یہان ٹھہرنے کی اجازت دے دین گے"

یہ سن کے اُن چارون مین سے ایک جس کا نام توشکین تھا کہنے لگا "مین آپ کی نازنین چچازاد بہن کی خوشی پوری کرنے کو بسر و چشم حاضر ہون - اور اکیلا مین ہی نہین میرے تینون رفیقون قباد و مہرزاد - اور قائم کو بھی کوئی عذر نہین"

ان لوگون کی رضامندی حاصل کر کے علی اپنی چچی عالیہ اور اُن کی بیٹی ریحانہ کو اُن تصویرون کے پاس لے گیا جو فرہاد کے قلم کی یادگار تھین - دست برد زمانہ نے اگرچہ جا بجا سے اُنھین مٹا دیا تھا مگر اب بھی اُن سے شیرین کے حسن و جمال اور اُس کی شوخ اداؤن کا بخوبی اندازہ ہو سکتا تھا - شیرین اور اُس کی سہیلیان گھوڑون پر سوار اور پہاڑون مین مصروف شکار تھین - ہرن آگے بھاگے جاتے تھے - اور وہ اُن کا تعاقب کر رہی تھین - ریحانہ اُن تصویرون کو بڑے شوق اور نہایت غور سے اتنی دیر تک دیکھتی رہی کہ شام کا وقت قریب آگیا - اور علی نے کہا "اب اُوپر چلو - نہین شام ہو گئی - تو پہاڑ پر چڑھنا مشکل ہو جائے گا"

یہ کہہ کے علی اک راستے سے جسے وہ پہلے سے جانتا تھا اپنے ساتھ والون اور خچرون کو پہاڑ کے اُوپر چڑھا لے گیا - اور عین اُس مقام پر پہونچا جہان منہدم جوئے شیر گذری تھی نہر کو دیکھتے ہی وہ بے اختیار بول اُٹھا "دیکھو ریحانہ - یہی وہ نہر ہے جس مین بہ کے شیرین کے پاس روز دودھ پہونچا کرتا تھا" پھر اُس نہر کے کنارے کنارے جا کے وہ قصر شیرین کے کھنڈر مین پہونچا - اور اُس کے سامنے ایک مسطح میدان کو گھانس اور خس و خاشاک سے صاف کر کے وہین ٹھہر گیا -

بچھونا بچھا - لکڑیان جمع ہوئین چقماق سے آگ نکلی - اور اُس پر شکاری طیور کا گوشت بھُننے لگا - خچر باندھے گئے - اُن کو دانہ دیا گیا - اتنے مین شام ہو گئی - اور قمری مہینے کی دسوین کا چاند جو شام ہونے سے پہلے ہی برآمد ہو چکا تھا یک بیک چمک اُٹھا - اور ریحانہ نے علی سے پوچھا "شیرین کے محل کی سیر اسی وقت کرو گے یا کل؟"

علی:" اب اس وقت رات کو اُن کھنڈرون مین گھسنا ٹھیک نہین ہے"

ریحانہ "کیون اس وقت جانے مین کیا ہوگا؟ کیا کوئی وہان بیٹھا ہو گا؟ چاندنی پھیلی ہوئی ہے- اور بے چھت کی دیوارون مین کہین اندھیرا ہونے سے رہا"

علی:" اندھیرا ہی نہین، طرح طرح کے خطرے ہین- سانپ بچھوؤن کے علاوہ یہان اژدے بھی رہتے ہون تو تعجب نہین- اب صبح کو چلنا جب جی بھر کے یہان کی سیر کر لو گی تب ہم آگے چلین گے"

علی کے سمجھانے سے ریحانہ خاموش ہو رہی- اور کھانے پینے اور عشا کی نماز کے بعد عورتین بچھونون پر لیٹ کے سو رہین- اور مردون نے انتظام کیا کہ باری باری جاگ کے پہرہ دین- آخری پہرہ نوشگین کا تھا- مگر اتفاق سے صبح سے کچھ پہلے اُس کی آنکھ لگ گئی- علی صبح کی نماز کے لیے اُٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ سب اپنے اپنے بچھونون پر ہین مگر ریحانہ کا پتہ نہین- دل دھک سے ہو گیا- گھبرا کے ادھر اُدھر دیکھا مگر کہین نہ نظر آئی- کمال بدحواسی کے ساتھ نوشگین کو جگایا- اور کہا "تم نے غضب کیا- ایسی ہی نیند تھی تو مجھے جگا دیا ہوتا- خیر یہ تو جو ہونا تھا ہوا- میری بنت عم ریحانہ غائب ہین"

نوشگین- (حیرت سے) "غائب ہین! جب مین جاگتا تھا اُس وقت تک تو اپنے بچھونے پر پڑی سو رہی تھین- حوائج ضروری کے لیے ادھر اُدھر گئی ہون گی"

علی:" مین نے ہر طرف جا کے دیکھا کہین پتہ نہین ہے"

اب عالیہ اور دیگر ہمراہی بھی بیدار ہو گئے اور سب پریشان و بدحواس تھے کہ ریحانہ سوتے سوتے کیا ہو گئی- عالیہ زار و قطار رو رہی تھی اور منھ پیٹ پیٹ کے کہتی "ہائے میری پیاری ریحانہ کدھر گئی؟ میرا لعل کہان کھو گیا؟ ارے مین نے کل اُسے کیون یہان ٹھہرنے دیا؟" علی بن فضل کے لب پر حسرتناک خاموشی تھی- نہ کوئی بات ذہن مین آتی تھی- اور نہ کوئی لفظ زبان سے نکلتا تھا- اسی پریشانی مین سب نے نماز صبح پڑھ کے درگاہ الٰہی مین دعا مانگی کہ "خدایا ریحانہ کا پتہ لگا دے"

آفتاب نکلنے کے بعد گھنٹہ دو گھنٹہ تک تو خفیف سی اُمید تھی کہ شاید ریحانہ کسی ضرورت سے کہین گئی ہو اور آ جائے گی- مگر جب زیادہ دن چڑھا تو اُس کے ملنے سے بالکل مایوس

ہو گئی - اور غور کیا جانے لگا کہ آخر وہ ہو ئی کیا ؟"

عالیہ :- "کچھ نہین سب سوتے رہے اور میری عالیہ کو بھیڑیا اُٹھا لے گیا"

علی :- "مگر بھوپھی جان یہ بات سمجھ مین نہین آتی - بھیڑیا یا اور کوئی درندہ اُس پر جھپٹتا تو یہ غیر ممکن تھا کہ وہ جاگ کے شور نہ مچاتی - اور ہم سب جاگ نہ پڑتے - (ہمراہیون سے) کیون آپ لوگون کا کیا خیال ہے ؟" قباد اور مہرزاد نے کہا "ہم بھی یہی سمجھتے ہین - کچھ جانور اس طرح نہین لے جا سکتا کہ چپکے سے اُٹھا لے جائے اور کسی کو خبر نہ ہو"

نوشتکین :- "افسوس جو کچھ ہوا میرے سو جانے سے ہوا - مجھے تو کوئی بات کہتے نہین بن پڑتی"

غانم :- "مگر اتفاق کی بات تھی - آنکھ لگ گئی - میری نیند ایسی ہوشیار ہے کہ ذرا سے کھٹکے اور ادنیٰ سی آہٹ پر آنکھ کھل جاتی ہے - ریحانہ اُٹھ کے ویسے پاؤن بھی کسی طرف جاتین تو یہ ممکن نہ تھا کہ مین جاگ نہ پڑتا"

علی :- "تو پھر آپ کے نزدیک وہ کیا ہوئین ؟"

غانم :- "مین تو یہ نہ مانون گا کہ کوئی جانور اُٹھا لے گیا - نہ یہ باور کرون گا کہ اُنھین کوئی آدمی لے گیا یا وہ خود کسی طرف گئین"

علی :- "پھر کیا ہوا ؟"

غانم :- "یا تو یہ جنون کا کام ہے - اور یا جادو اور عمل ہے - سوا اس کے اور کوئی بات نہین"

عالیہ :- "وہ جو کچھ ہو میری ریحانہ میرے ہاتھ سے گئی - اب علی مین بھی ضبط کی تاب نہ تھی - زار و قطار رونے لگا اور بولا "آہ ! بُری قسمت تو کب ساتھ چھوڑے گی ؟ اب تک وہ نہ بھی ملی تو یہ معلوم تھا کہ بابک خرمی کے قلعے مین ہے کسی نہ کسی تدبیر سے نکال لائین گے - مگر اب تو یہ بھی سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرین - کدھر جائین - اور کہان ڈھونڈھین - افسوس معتصم کی فوج کشی افشین کی جنگی تدبیرین - میری محنت اور جانبازیان - اور پھوپھی عالیہ آپ کا جا کے بغداد مین فریاد کرنا - اور اُن کو مراغہ سے صحیح و سالم لے آنا سب بیکار ہو گیا"

غانم :- "مگر مین کہے دیتا ہون کہ نازنین ریحانہ پھر بذ مین بابک خرمی کے پاس ہین - اُس سے بڑا جادوگر اس وقت دُنیا مین نہین ہے - اور اپنے عاملون کے ذریعے سے اُس نے اُنھین منگا لیا ہے"

نوشتکین - (علی سے) "آپ صبر و استقلال سے کام لین - مین وعدہ کرتا ہون کہ جب تک

آپ کی بنت عم مل نہ جائیں میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ اور اسی کوشش میں اپنی جان دے دوں گا۔ اور اکیلا میں ہی نہیں۔ میرے تینوں دوست قباد مہر شاہ اور غانم بھی میرا ساتھ دیں گے۔" اس پر تینوں رفیقوں نے قسم کھا کے علی سے اقرار کیا کہ جب تک ہم ریحانہ کو نہ ڈھونڈھ نکالیں گے کوئی کام نہ کریں گے۔"

علی نے ان سب کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مایوسی کے لہجے میں پوچھا "مگر میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کروں۔ آپ کوشش کرنے کو تیار ہیں تو یہ بتائیے کہ اب ہم کہاں چلیں اور کدھر کا ارادہ کریں؟"

نوشگین: "پہلے تو ہم احتیاطاً آس پاس کی گھاٹیوں اور یہاں کے غاروں اور کھوہوں کو ڈھونڈھیں۔ شاید کسی جگہ سراغ لگ جائے۔ اور جب یہاں پتہ نہ لگے تو سیدھے شہر بذ کی طرف واپس چلیں اور پتہ لگائیں کہ خوبصورت ریحانہ پھر بابک خرمی کے پاس تو نہیں پہونچ گئی۔"

علی اور عالیہ دونوں نے اسی مشورے کو پسند کیا۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک اسی جگہ قصر شیرین میں اس حسرت نصیب قافلے کا پڑاؤ رہا جس مدت میں علی اور اس کے چاروں رفیقوں نے کوئی وادی۔ کوئی گھاٹی۔ کوئی غار۔ اور کوئی بستی نہ چھوڑی جہاں جاکے ریحانہ کو تلاش کیا ہو۔ مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ اور نہ کوئی ایسی بات پیدا ہوئی جس کی بنا پر سراغ رسانی کی جاسکے۔ آخر آٹھویں دن سب نے کمال مجبوری دعا پوری کیا تھا قلعہ بذ کی راہ لی۔ اور افشین کے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے۔

دوسرا باب

کمک اور خزانہ آپہونچا

سنہ ۲۲۲ھ شروع ہوا تھا اور موسم سرما کے گذر جانے کی وجہ سے برف باری موقوف ہوئی تھی کہ یاس نصیب شکستہ حالوں کا لٹا ہوا قافلہ قصر شیرین سے واپس روانہ ہوکے تین منزلیں طے کر گیا۔ تیسری منزل پر سواروں کا ایک گروہ ملا جو بغداد سے ایک ایک دن میں دو دو منزلیں طے کرتے ہوئے افشین کے پاس جا رہے تھے۔ ان سے معلوم

کہ خلیفۂ معتصم نے جعفر الخیاط کو ایک بڑے زبردست لشکر کے ساتھ افشین کی کمک پر بھیجا ہو۔ اور اُس کے ساتھ خلافت کا خزانچی اتیاخ ترکی بھی خزانہ لیے ہوئے آ رہا ہے۔ یہ دونوں پرسوں یہاں پہونچ جائیں گے۔ اور ہم دو منزلہ کرتے ہوئے جا رہے ہیں کہ افشین کو ان لوگوں کی روانگی کی خبر کریں۔ تاکہ وہ خزانے کے حفاظت کے ساتھ پہونچ جانے کا بندوبست کریں۔"

سوار یہ حالات بیان کر کے چلے گئے۔ اور علی نے اپنی پھوپھی اور بہادر رفیقوں سے مشورہ کر کے ارادہ کیا کہ دو دن کے لیے یہیں ٹھہر جائے اور تیسرے روز جعفر الخیاط اور اتیاخ کے ساتھ آگے کا قصد کرے۔ راستہ بابکیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور اپنے اور عالیہ کی نسبت بھی اُن لوگوں سے اندیشہ تھا۔ تیسرے دن دوپہر کو جعفر اور اتیاخ کے لشکر نے پہونچ کے اسی منزل پر پڑاؤ ڈالا۔ تمام رسالے اور پلٹنیں جدا جدا قرینے سے خیمہ زن ہوئیں۔ اور سنسان بیابان میں یک بیک ایک بڑا بھاری شہر آباد ہو گیا۔ جس میں ہر طرف ہر گروہ اور ہر جماعت کی بیرقیں اُڑ رہی تھیں۔ اور بتاتی تھیں کہ اُن کے نیچے کون گروہ ٹھہرا ہوا ہے۔"

اتیاخ اپنے ہمراہ تین کروڑ درہم کی رقم لایا تھا تاکہ افشین کی فوج میں تقسیم کرے اس لیے اُس کے پڑاؤ کے گرد بہت سخت پہرہ تھا۔ اور بڑی دشواریوں سے کسی کی اُس کے پاس تک رسائی ہو سکتی تھی۔ علی چاہتا تھا کہ بغیر افسروں کو خبر کیے اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ ہو لے۔ لیکن ان دنوں ہر انجان شخص پر طرح طرح کی بدگمانیاں ہوتی تھیں اور بغیر امیر الجیش کو اطلاع کیے کسی مجہول الحال شخص کے لیے ہر ہر قدم پہ خطرہ تھا۔ اسی مجبوری سے علی جعفر الخیاط سے جا کے ملا۔ اپنی حالت و سرگذشت بیان کی۔ اور اُس کی اجازت سے خاص اُس کے گارد میں شریک ہو گیا۔

اب افشین نے بذ پر حملہ کرنے کی کارروائی شروع کر دی تھی۔ یہ تو غیر ممکن تھا کہ کوئی لشکر چاہے کتنا ہی زبردست ہو بابک خرمی کے اُس صدر قلعے پر براہ راست حملہ کرے۔ اس لیے کہ ہر ہر قدم پر سر بفلک پہاڑ اور پیچ در پیچ گھاٹیاں تھیں۔ اور بابک کے مُریدین نے اپنے کوہکنی کے کمال سے پہاڑوں کے اندر ہی اندر زمین کے نیچے نیچے چوہوں کی طرح صدہا سُرنگیں کھود لی تھیں جن میں ہو کے جدھر سے چاہتے

پہونچ جاتے حریف کے پیچھے یا داہنے بائین جدھر ضرورت ہوتی وہ یک بیک نکل پڑتے۔ اور حملہ کرکے اُس کی ساری قوت کو خاک مین ملا دیتے۔

معتصم باللہ کو اس مُہم سے اس قدر تعلق تھا کہ ہفتے مین دو تین بار اس کے فرمان آتے۔ اور وہین سے بیٹھے بیٹھے وہ لڑائی کی تدبیرین بتایا کرتا۔ کبھی حکم آتا کہ فوراً بڑھ کے حملہ کرو اور بذ پر دھاوا کرکے بابک کو پکڑ لو۔ کبھی ہدایت ہوتی کہ نہین ابھی محاصرہ کیے پڑے رہو۔ اور حملہ کرنے کا قصد نہ کرو۔ لیکن اب اس ملک۔ اس سرزمین۔ اور بابکیون کی کارستانیون سے بخوبی واقف ہو کے اُس نے سپہ سالار افشین کو لکھا "میری ہدایتون پر عمل کرنے کی ضرورت نہین۔ وہان کے حالات خود بھی خوب سمجھ سکتے ہو۔ اس لیے تمھین کلیۃً اختیار دیا جاتا ہے کہ جو تدبیرین مناسب معلوم ہون عمل مین لاؤ۔ اور حملے مین عجلت کرنے کی بھی ضرورت نہین۔ جب تک تمھین کامیابی کی قطعی اُمید نہ ہو حملہ نہ کرو"۔

افشین کو اب سب سے بڑی فکر اس بات کی تھی کہ یہ کمک اور خزانہ اطمینان کے ساتھ اُس تک پہونچ جائے۔ بابک کو ہر کاروائی کی خبر پہونچ جاتی تھی اور جب اُسے پتہ لگتا کہ لشکرگاہ خلافت مین کوئی خزانہ یا سامان رسد آنے والا ہے تو اُس کے لوٹنے کی کوشش مین وہ کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھتا چنانچہ خزانے کے استقبال کے لیے وہ اپنے لشکرگاہ سے کوچ کرکے مقام کلان رود مین گیا۔ جو مقام قلعۂ بذ سے بہت قریب تھا۔ ساتھ ہی اپنے ماتحت سردار ابوسعید کو لکھا کہ تم برزند سے روانہ ہوکے رستاق کلان رود مین آجاؤ۔ یہ مقام اس کی فرودگاہ سے تین ہی چار میل تھا۔ پھر اپنے کیمپ کے گرد گرد خندق کھُدوانا شروع کیے۔

اب اُس کے اور راستاق جعفر خیاط کے درمیان پانچ منزلین تھین جو نہایت ہی خطرناک تھین۔ اس لیے کہ پہاڑون مین ہو کے راستہ آیا تھا جہان بابکی خرگوشون کی طرح کوہسار کے ہر مخفی مقام مین چھپے رہتے۔ اور جس جگہ چاہتے دم بھر مین جا پہونچتے۔ اسی اثنا مین افشین کو خبر ملی کہ بابک کا ایک افسر آذین اُس کے قریب ہی ایک گھاٹی مین خیمہ زن ہے۔ اور اس فکر مین ہے کہ خزانے کو لوٹ لے۔ پہاڑی جاسوسون سے یہ بھی خبر ملی کہ آذین اپنے اہل و عیال کو گھوڑون اور خچرون پر سوار کرا کے ساتھ لیے لیے پھرتا تھا

بابک نے حکم دیا کہ بال بچّون کو کسی قریب کی مضبوط گڑھی مین چھوڑ دو مگر اُس نے نہ مانا اور کہلا بھیجا "کہ مجھے ان یہودیون؏ (مسلمانون) سے اندیشہ ہے کہ میرے لڑکے بالون کو نہ پکڑ لے جائین - اس لیے جہان تک بنے گا ساتھ ہی رکھون گا" یہ جواب دے کے اُس نے اپنے اہل وعیال کو ایک ایسی وادی مین پہونچا دیا جہان تک بظاہر کسی کی رسائی نہ ہو سکتی تھی - اور خود روانہ ہوا کہ اتیاخ پر حملہ کرے - افشین نے آذین کے یہ حالات سُن کے کہا "جہان تک ہو سکے یہودیون کو اُس کی یہ اُمید پوری کر دینی چاہیے" چنانچہ جاسوسون سے اُس کے بال بچّون کی قیام گاہ کا پتہ پوچھا - پھر ایسے دو ایک کوہبان ڈھونڈھ نکالے جو گرد وپیش کے پہاڑون اور راستون سے خوب واقف تھے - اور سالاران فوج مین سے ظفر بن علا سعدی کو بُلا کے حکم دیا کہ ان کوہبانون کے ساتھ راتون رات جا کے آذین کے جورو بچّون کو پکڑ لاؤ -

ظفر پانچ سو جفاکش بہادرون کو ساتھ لے کے رات کے اندھیرے مین چل کھڑا ہوا - درمیان مین ایک ایسی تنگ گھاٹی مین اُس کا گذر ہوا جس مین ایک کے سوا دو آدمی بھی برابر نہ چل سکتے تھے - اس گھاٹی سے نکلنے کے ایک گھنٹہ بعد وہ خاندان آذین کے پڑاؤ مین تھا - اُن لوگون کے وہم وگمان مین بھی نہ تھا کہ اس محفوظ مقام تک کوئی دشمن پہونچ سکے گا - اور اطمینان سے پڑے سو رہے تھے کہ ناگہان ظفر کے بہادر اُس پر ٹوٹ پڑے - پہلے ہی حملے مین اُس کے اہل وعیال کے تینون کو گھیر لیا - اُس کی بیویون حرمون اور ایک بیٹے کو اسیر کر کے واپس چلے - اُدھر بھاگنے والون نے فوراً آذین کو خبر کر دی جو ایک بجلی کی طرح پلٹ پڑا - اور قبل اس کے کہ ظفر اُس تنگ گھاٹی مین داخل ہو آ سے آ کے گھیر لیا - اور دونون حریفون مین سخت لڑائی ہونے لگی - آذین نے سب سے بڑی چالاکی یہ کی کہ اُس گھاٹی کے دہانے پر کافی تعداد مین فوج کھڑی کر دی تاکہ ظفر کی واپسی کا راستہ بند ہو جائے -

مگر افشین نہایت ہی ہوشیار اور تجربہ کار سپہ سالار تھا - اس اندیشے کو اُس نے پہلے ہی سے سوچ لیا تھا اور اُس کے دفعیے کے لیے یہ تدبیر کی تھی کہ جس وقت ظفر بن علاء کو روانہ کیا ہے اُسی وقت یہ انتظام بھی کر دیا کہ اپنے پڑاؤ سے اُس جگہ تک جہان علاء جائے تمام پہاڑون کی چوٹیون

؏ - بابلی شدت تعصب سے مسلمانون کو یہودی کہا کرتے تھے جو لفظ عجمی اور مجوسی لوگون مین بڑی ہی سخت گالی تھا

ایک ایک سپاہی کھڑا ہو جائے جس کے ہاتھ میں ایک جھنڈی ہو۔ اور اُنھیں حکم دیدیا تھا کہ اگر کہیں ظفر کو کوئی خطرہ پیش آئے تو وہاں سے میرے پڑاؤ تک جتنے جھنڈی والے بلندیوں پر کھڑے ہوں سب جھنڈیاں ہلانے لگیں۔ تاکہ مجھے خطرے کی اطلاع ہو جائے۔

آذین نے جیسے ہی ظفر پر حملہ کیا۔ وہ تمام جھنڈیاں ہلنے لگیں۔ اور افشین کو چند منٹ میں خطرے کا حال معلوم ہو گیا۔ فوراً پہلے مظفر بن کندر کو اُس کے ایک گھنٹے بعد ابو سعید کو اُس کے پیچھے بخار اتام ایک بہادر سردار کو کافی تعداد فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ جو اُنھیں جھنڈیوں کے سلسلے پر روانہ ہوئے۔ آذین ظفر کو اپنے بہت بڑے لشکر سے گھیر کے شکست دینے کو تھا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ اور اپنی عورتوں میں سے دو ایک کو چھین بھی چکا تھا کہ یہ لشکر یکے بعد دیگرے اُس کے سر پر جا پہونچے۔ وہ فوج جو گھاٹی کا راستہ روکے کھڑی تھی دباؤ پڑتے ہی بھاگ کے اُس کے لشکر سے جا ملی۔ اور جب اُس نے دیکھا کہ اتنا بڑا زبردست لشکر میرے مقابلے پر آ گیا تو بے اختیار بھاگ کے پہاڑوں میں غائب ہو گیا۔ اور ظفر اُس کے بال بچوں کو لے کے افشین کے پاس صحیح وسالم آ گیا۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آذین نہ تو اتیاخ ہی پر حملہ کر سکا اور نہ اپنے زن و فرزند کو افشین کی دست برد سے بچا سکا۔

ظفر کے واپس آتے ہی جعفر خیاط۔ اتیاخ ترکی۔ اور اُن کے ساتھ علی بن فضل اور عالیہ وغیرہ بھی افشین کے پاس پہونچ گئے۔ پھر اُسی دن سہ پہر کو قلعۂ شاہی کے حاکم محمد بن مغیث کے پاس سے افراد کے ساتھ رسد پہونچ گئی۔ اور عساکر خلافت میں خوشیاں منائی جانے لگیں۔

رات کو عالیہ اپنے بھتیجے علی بن فضل کو لے کے افشین کے پاس گئی۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی افشین مارے خوشی کے اُچھل پڑا۔ اور بولا "آج سے زیادہ خوشی کا دن اس لڑائی کے زمانے میں ہمیں کبھی نہیں نصیب ہوا تھا۔ آج ہی بغداد سے زبردست کمک آئی۔ آج ہی حضور امیر المومنین کے حکم سے خزانہ آیا۔ آج ہی قلعۂ شاہی سے رسد آئی۔ آج ہی ظفر آذین کو شکست

ف اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ ہیلیوگراف یعنی جھنڈیوں کے اشاروں سے باتیں کرنا اس زمانے کی ایجاد نہیں۔ بلکہ یہ فن آج سے ایک ہزار سال پیشتر مسلمانوں میں موجود تھا اور اُس سے کام لیا جاتا تھا۔

دے کے اور اُسکے اہل و عیال کو اسیر کر کے بخیریت واپس آیا۔ اور آج ہی ایک مدّت کے بعد آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ کی نسبت میرے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہوتے تھے اور ڈرتا تھا کہ امیرالمومنین کو کیا جواب دونگا۔ خیر بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ خیریت سے واپس گئیں۔"

عالیہ "اے امیر الجیش! آپ میرے آنے پر خوش نہ ہوں بلکہ میرے ساتھ بیٹھ کے روئیں۔ اور مجھے پُرسا دیں۔ اس پر تعجب کریں کہ میں آپ کے سامنے زندہ کیوں کھڑی ہوں؟ مر کیوں نہیں جاتی؟"

یہ کہہ کے عالیہ نے ساری سرگذشت اوّل سے آخر تک بیان کی کہ ریحانہ کیونکر ملی اور کس طرح غائب ہو گئی۔ اسی سلسلے میں اُس نے اپنے بھتیجے علی کو افشین سے ملایا۔ افشین اُس کے حالات پہلے ہی سُن چکا تھا۔ نام سُنتے ہی بے اختیار جھپٹ کے اُسے گلے سے لگا لیا۔ اور جب اُس کی زبان سے اُس کے کارنامے تفصیل سے سُنے تو بہت پیٹھ ٹھونکی۔ اور کہا "کاش میرے ساتھ آپ کے ایسے چند نوجوان بھی ہوتے تو میں نے اب تک بابک خرمی کا نام مٹا دیا ہوتا۔"

عالیہ "ان باتوں کو چھوڑیے اور بتائیے کہ اب میں اپنی ریحانہ کو کہاں جا کے ڈھونڈھوں؟"

افشین "بیشک اُن کا ڈھونڈھنا سب کاموں پر مقدم ہے۔ اُنھیں کے لیے یہ ساری کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ اُنھیں کے آزاد کرنے کے واسطے یہ جانیں خرچ ہو رہی ہیں۔ بغیر اُن کا پتہ لگائے اور اُن کو دشمنوں سے چھینے میں امیرالمومنین کو منہ نہیں دکھا سکتا۔ جب تک وہ نہ ملیں گی میں بغداد واپس نہ جاؤنگا۔ لیکن قصر شیرین میں اُن کے یکایک غائب ہو جانے کی جو کیفیت آپ نے بیان کی اُس سے بڑا تردد پیدا ہو گیا۔"

علی "بعض ایک وہم کے طریقے سے ہم لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ پھر بذ میں بابک کے پاس پہونچ گئی۔"

افشین "کاش مجھے ماہ آفرید پھر ایک بار ملتی تو اس کا پتہ لگ جاتا۔"

عالیہ "مگر ماہ آفرید کے آنے کا کون انتظار کر سکتا ہے؟ مجھے تو ایک گھڑی کے لیے بھی قرار نہیں آتا۔ میرا ارادہ ہے کہ کسی تدبیر سے میں بذ میں پہونچ جاؤں اور اپنی بیٹی کا پتہ لگاؤں۔"

افشین "ایسی خطرناک جرأت کی میں آپ کو صلاح نہیں دے سکتا۔ مجھے امیرالمومنین کو منہ دکھانا ہے۔ لیکن اگر خود آپ ارادہ کریں تو میں منع بھی نہیں کر سکتا۔"

عالیہ "تو پھر آخر میں کیا کرون ؟ بھلا مجھے یہان بیکار بیٹھ کے صبر آئے گا ؟"
افشین "آپ بیکار ہرگز نہ بیٹھین گی - مین نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ محاصرے کا دائرہ روز بروز تنگ کرتا جاؤن - بابکیون کی ہر طرف روک تھام کرون - اور جس قدر جلد ممکن ہو قلعہ بذ اور بابک کے تمام کوہی قلعون پر قبضہ کر لون - اس کے ساتھ ہی حکم دیدون گا کہ بذ کی جو عورت ملے گرفتار کر کے میرے سامنے حاضر کی جائے - اور جہان تک بنے ماہ آفرید کے اسیر کرنے کی کوشش ہو - قطع نظر اس کے مین اپنے تمام جاسوسون کو حکم دیدون گا کہ ریحانہ کا پتہ لگائین - اور اُن سے بڑے بڑے انعامون کا وعدہ کرون گا تاکہ مستعدی اور عجلت سے کام کرین "
علی "اور مین کیا کرون ؟"
افشین "آپ میرے ساتھ ٹھہر کے چند روز آرام لین - اور اپنے تجربے اور اپنی شجاعت سے مجھے مدد دین "
اس تجویز کو عالیہ اور علی دونون نے پسند کیا - اور افشین کے خیمے کے برابر ایک خیمے مین رہنے لگے -

---

تیسرا باب

لڑائی کے انتظامات

حملے مین تاخیر ہونے اور ان پہاڑون مین کامل ایک سال تک ٹکراتے رہنے کی وجہ سے عساکر خلافت کے سپاہی عاجز آ گئے تھے اور نہایت پریشان تھے - چنانچہ اُن کے چند سرگروہون نے آ کے افشین سے کہا "اب سپاہیون مین صبر و تحمل کی طاقت نہین رہی - اُن کے دلون مین یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ اتنے دنون تک پڑا رہنا اور لڑائی سے بھاگنا ہمارے لیے شرمناک ہے بغداد مین لوگ کیا کہتے ہون گے ؟ اس لیے سب کی التجا ہے کہ اب فوراً حملہ کر دیا جائے - فتح ہو یا شکست - کسی طرح اس لڑائی کو ختم ہونا چاہیے "

فوج کی یہ درخواست سنکے افشین نے کہا "نہین شکست کا تو خیال بھی نہ کرنا چاہیے ہم انشاءاللہ فتح کرین گے - اور عنقریب تمام بذ ہمارے قبضے مین ہوگا - اور اس

تمام دولت کے ہم ہی مالک ہون گے جو بابک نے مدّتون سے لوٹ لوٹ کے جمع کر رکھی ہی
رہا حملے مین جلدی کرنا اس کی مین خود ہی کوشش کر رہا ہون۔ سال گذشتہ جو تاخیر
ہوئی وہ خود امیر المومنین معتصم باللہ کے حکم سے ہوئی۔ بار بار اُن کے فرمان آتے تھے
کہ خبردار جلدی نہ کرنا۔ بذ کے گرد و پیش کی گھاٹیان بہت خطرناک ہین۔ اس کے بعد
اُن کا حکم آیا کہ حملے مین جلدی کرو۔ لیکن اب آخری فرمان اس مضمون کا ملا ہی کہ تم کو
اختیار ہی جو چاہو کرو۔ اور جو کچھ کرو اپنی ذمہ داری پر کرو۔ چنانچہ مین اب حملے کا
بند و بست کر رہا ہون۔ محاصرے کا دائرہ تنگ کرتا جاتا ہون۔ اب مجھے فقط ایک کاروائی
اور کرنا ہی جو عنقریب ظاہر ہو جائے گی۔ بس اُس کے بعد فوراً حملہ شروع ہو جائے گا۔"

دوسرے دن افشین نے اپنا پڑاؤ اور آگے بڑھایا۔ اور اب وہ مقام روذ الرود مین
خیمہ زن تھا۔ ایک ہفتہ وہان قیام کرکے ایک دن علی الصباح تھوڑی فوج کے ساتھ
آگے بڑھا اور اُس بلندی پر پہونچ گیا جو قلعۂ بذ کے سامنے تھی۔ اور جہان سال گذشتہ
سخت لڑائی ہوئی تھی۔ یہان پہونچ کے اُس نے دیکھا کہ قریب ہی خرمیون کا ایک گروہ
پھر رہا ہی۔ افشین نے ان لوگون سے بالکل چھیڑ نہ کی۔ اور وہ لوگ بھی منتظر رہے کہ دشمن
حملہ کرے تو ہم مقابلہ کرین۔ زوال کے وقت تک وہان قیام کرکے اور فریضۂ ظہر ادا کرکے
افشین اپنے پڑاؤ مین پلٹ آیا۔

اسی اثنا مین افشین نے کوہیا لون کو حکم دے رکھا تھا کہ اس کوہستان کی بلندیون پر
شہر بذ کے قریب کوئی قلہ کوہ ڈھونڈھ نکالو جو چارون طرف سے محفوظ ہو اور وہان ہماری
فوج خوب آرام اور اطمینان سے رہ سکے۔ اُن لوگون نے بڑی جستجو کے بعد تین ایسے پہاڑ چُنے
جن پر کبھی قلعے بنے تھے مگر بعد کو اُجڑ گئے۔ افشین نے ان تینون چوٹیون کو خود جا کے دیکھا
اور اُن مین سے ایک کو جو بذ سے زیادہ قریب تھی پسند کرکے معمارون اور کاریگرون کو
اپنے ساتھ لے گیا اور حکم دیا کہ پتھر ڈھو ڈھو کے اُوپر جانے کا راستہ چارون طرف سے بند
کر دین یہ کام خاص افشین کی نگرانی مین نہایت عمدگی سے انجام پانے لگا۔ پتھرون پر پتھر رکھ
رکھ کے پندرہ ہی گز کے ہشتار کی ایک فصیل بنا لی گئی۔ جس کے اندر جانے کا راستہ
بجز ایک طرف کے اور کسی جانب نہ تھا۔ پھر اُس سنگستانی دیوار کے آگے ہی گنے باہر کی طرف
ایک گہرا خندق کھدوا دیا۔ اس خندق کا سلسلہ بھی دیوار کے نیچے نیچے پورے حلقے مین چلا گیا تھا۔"

اور سوا اُس مقام کے جہاں فصیل میں دروازہ تھا کوئی جگہ خندق سے خالی نہ تھی۔ ان مزدوروں کے ساتھ وہ بسکٹ اور ستّو باندھ کے لے گیا۔ مزدور شب و روز کام کرتے۔ وہیں کھاتے پیتے۔ اور اسی وقت قلعے کو خوب مضبوط کرتے جاتے۔ یہ کام ایسی جفاکشی و مستعدی سے کیا گیا کہ دس ہی روز کے اندر افشین نے اُس کو پورا کر لیا۔ خود افشین اور اُس کے بہادر سپاہی شب و روز ہر وقت مسلّح اور لڑائی کے لیے تیار کھڑے رہتے۔ اور اُن کے پیچھے مزدور اور معمار کام کرتے۔ خرمیوں میں سے کسی کو مقابلے یا حملے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور ایک مضبوط قلعہ اُن کے سر پر بن کے تیار ہو گیا۔

ان واقعات کی خبر برابر بابک کو بھی پہونچتی رہتی تھی۔ آخر اُس نے افشین کے شرمندہ کرنے کے لیے ایک دن اپنا ایلچی بھیجا جس نے پیاز، لہسن، تربوز، کھیرے، ککڑیاں، اور اور بہت سی ترکاریاں لا کے پیش کیں۔ اور کہا "ہمارے آقا بابک نے یہ چیزیں حضور کی ضیافت میں بھیجی ہیں اور کہا ہے کہ آپ سوکھی ٹکیاں اور ستّو کھاتے کھاتے حیران ہو گئے ہوں گے اور ہمارے پاس خدا کے فضل سے یہ نعمت موجود ہے۔ لہٰذا تھوڑی سی ترکاریاں آپ کی خدمت میں بھی بھیجی جاتی ہیں کھائیے اور خدا کا شکر کیجیے" افشین نے یہ سب ہدیے شکریے کے ساتھ قبول کر لیے۔ اور اُس ایلچی سے کہا "بھائی صاحب کا مطلب میں سمجھ گیا" پھر ایلچی کو اپنے ساتھ لے جا کے فصیل، خندق اور قلعہ بندیوں کی حالت دکھائی۔ اور کہا "تم نے جو کچھ دیکھا ہے اپنے آقا سے بیان کر دینا" چنانچہ یہی پیام لے کے ایلچی واپس گیا۔

اُس کے جانے کے دو تین روز کے بعد خرمیوں کا ایک گروہ اس قلعے کے قریب آیا اور خندق کے قریب کھڑے ہو کے وہ سب لوگ چیخنے چلانے اور شور و غل کرنے لگے۔ مگر قلعے کے اندر کوئی خبر نہ ہوا۔ دوسرے دن بھی خرمیوں نے یہی حرکت کی۔ اور پہلے دن سے زیادہ چیخے چلائے مگر افشین نے اپنے سپاہیوں سے کہہ دیا کہ خبردار چپکے بیٹھے تماشا کرو۔ تیسرے دن پھر انھوں نے اسی شان سے خندق کے پاس آ کے غل اور دھوم مچایا۔ ایک دن اُن کے جانے کے بعد افشین نے تھوڑی سی فوج فصیل کے پاس چھپا کے بٹھا دی۔ اور دوسرے دن جیسے ہی خرمیوں نے چلّانا غل مچانا اور کودنا پھاندنا شروع کیا وہ سپاہی یکایک نکل کے اُن پر جھپٹ پڑے۔ دو ہی چار خرمی قتل ہونے پائے تھے کہ سب بھاگ کھڑے ہوئے اور ایسی ہمت ہار کے بھاگے تھے کہ پھر ادھر کا رخ نہ کیا۔

یہ قلعہ بنا لینے کے بعد افشین نے حملے کی کارروائی شروع کر دی۔ اُس کا اصلی منشا یہ تھا کہ بُدّ کے قریب ہی لشکر اسلام کے لیے کوئی پناہ لینے کی جگہ پیدا ہو جائے۔ بابک نے چاروں طرف سُرنگیں کھُدوا کے ایسے راستے تیار رکھے تھے کہ اُس کے مقابلے میں مسلمانوں کے لیے ہر قدم پر خطرہ تھا۔ اب یہ مضبوط مامن پیدا کر لینے کے بعد اُس نے اپنی فوج مرتب کی۔ پورا اندازہ کیا کہ اُس کے جھنڈے کے نیچے کتنے سپاہی ہیں۔ پھر اُن کو مختلف لشکروں میں تقسیم کیا۔ بُدّ کے گرد جا بجا ان لشکروں کے ٹھہرنے کے لیے مقامات مقرر کر دیے اور حکم دیدیا کہ جو گروہ جہاں مامور کیا گیا ہو وہاں سے بغیر حکم کے نہ ہٹے۔ اس انتظام کے ساتھ ہی لڑائی شروع ہو گئی۔ عساکر خلافت بُدّ کی طرف بڑھتے اور خرمی اُن کو روکتے۔ لڑائی میں چند روز تک یہ معمول رہا کہ افشین تڑکے مُنھ اندھیرے فریضۂ فجر ادا کرتا۔ اور اس کے بعد طبل بجواتا ہوا اپنی جگہ سے چلتا۔ اُن تمام افسروں کے مقررہ مقامات کا دورہ کرتا جہاں وہ ٹھہرائے گئے تھے۔ اور دیکھتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جب تک وہ چلتا رہتا طبل بجا کرتا۔ اور جہاں کہیں ٹھہر جاتا طبل کا بجنا موقوف ہو جاتا۔ طبل کی آواز اس بات کا اشارہ تھی کہ سپہ سالار عساکر خلافت حرکت میں ہے۔ اس اشارے کی ضرورت یہ تھی کہ فوج بہت تھی۔ اور اُس کے مختلف حصّے ایسے ایسے مقامات میں پھیلے ہوتے جہاں سے وہ افشین کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ ان دوروں میں افشین آہستہ آہستہ سبقت کرتا۔ راستے میں جہاں کوئی امیر اور کوہیان مل جاتا ٹھہر کے اُس سے باتیں کرنے لگتا۔ اور ساتھ ہی طبل کا بجنا بھی موقوف ہو جاتا۔ اُس دورے کے درمیان میں معمولاً بڑھتے بڑھتے وہ اُس مقام تک پہونچ جاتا جہاں سال گزشتہ میں اُسے بابکیوں کے مقابلے میں شکست ہوئی تھی اور ہٹنا پڑا تھا۔

ان لڑائیوں کے دوران میں افشین ایک کارروائی یہ کرتا کہ کوہ "ہنجا راخذ اہ" کے عقب میں ایک ہزار سوار اور چھ سو پیدل بھیج دیتا کہ اُس طرف سے بابکیوں کا راستہ روکے رہیں۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ عساکر خلافت کی واپسی کے وقت خرمی لوگ اُدھر سے آ کے اُن کا راستہ نہ روک دیں۔ بابک کا یہ معمول تھا کہ اسی کے قریب کسی وادی میں کچھ لوگ گھات میں چھپا کے بٹھا دیتا جہاں سے لڑائی کے وقت وہ لوگ ناگہاں نکل پڑتے۔ اور کسی کی سمجھ میں نہ آتا کہ یکایک یہ لوگ کہاں سے نکل آئے۔ بار ہا لڑائی میں عین کامیابی کے وقت یہ لوگ نکل پڑے اور مسلمانوں کو انہیں دیکھتے ہی پیچھے ہٹنا پڑا۔ افشین نے

جاسوسوں اور کوہیالوں سے اس کمین گاہ کا ہزار پتہ لگانا چاہا مگر کچھ حال نہ معلوم ہوا۔
افشین اس لڑائی میں بلاناغہ ابوسعید کو ایک فوج کے ساتھ جعفر خیاط کو ایک فوج کے ساتھ۔ اور احمد بن حنبل کو ایک فوج کے ساتھ جدا جدا راستوں سے حملہ کرنے کا حکم دیتا۔ اور تاکید کرتا کہ آہستہ آہستہ بڑھیں جس وقت یہ فوجیں بڑھتیں بابک اپنی تھوڑی سی فوج کو ان کے مقابلے پر نکالتا جو لوگ راستہ روک کے کھڑے ہو جاتے کہ کسی کو شہر بذ کے پھاٹک تک نہ آنے دیں۔ اس کی زیادہ فوج کمین میں رہتی۔ اور جو لوگ سامنے آ کے مقابل ہوتے تھوڑے ہی ہوتے۔

افشین لڑائی شروع ہونے سے پہلے ایک بلند ٹیلے پر جا کے ٹھہر جاتا جہاں سے بذ کی فصیل اور بابک کا قصر نظر آتا۔ اس کے بیٹھتے ہی مسلمانوں کی فوجیں مختلف حصوں میں بٹ کے بڑھتیں۔ خود اس کے گارد کے رسالے گھوڑوں سے اتر کے ایک ادی کی قطار بڑھتے۔ دیگر اطراف میں ابوسعید جعفر خیاط اور احمد بن حنبل کی فوجیں دشمنوں پر دھاوا کرتیں اور شہر بذ کے قریب تک پہونچ جاتیں۔ یہ سب فوجیں بڑھتے بڑھتے کوہ نجار اخذاہ تک جاتیں۔ اور ادھر سے جو خرمی کمین گاہ سے نکلتے تھے ان کے خوف سے وہیں تک جا کے پلٹ آتیں۔ بابک کا معمول تھا کہ لڑائی کے وقت وہ اور اس کے رفقا خوب جی کھول کے شرابیں پیتے۔ اور اس کے پاس روشن چوکی بجتی رہتی۔
حملے کی کارروائی کو افشین ظہر کے وقت تک جاری رکھتا۔ اپنے بلند ٹیلے پر ظہر کی نماز پڑھتے ہی وہ فوج کو واپسی کا حکم دیتا۔ حملہ آور جب پلٹتے تو خرمی بہت خوش ہوتے۔ اور زور و شور سے خوشی کے نعرے لگانے لگتے۔

چوتھا باب

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

ان لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا جو فی الحقیقت اصلی حملے کی تمہید تھیں۔ افشین اپنے بلند ٹیلے پر ایک قالین بچھائے بیٹھا تھا۔ اور علی بن فضل پاس بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا لڑائی کا رنگ دیکھتے۔ دیکھتے علی نے ایک آہ سرد بھری اور آبدیدہ ہو گیا۔ افشین نے اسے

ملول دیکھ کے تسلی دینے کے طور پر کہا "آپ پریشان نہوں قلعہ بذ کو ہم فتح ہی کیا چاہتے ہین۔ اور وعدہ کرتے ہین کہ بابک خرمی کو گرفتار کر کے اُسے اور اُس کے محل کی تمام پری جمال و نازک اندام محبوبون کو آپ کے حوالے کر دین گے"

علی "کیا اس طرح مجھے ریحانہ مل جائے گی؟"

افشین "ریحانہ نہ ملے گی تو یہ لڑائی بھی ختم نہو گی۔ اُنھین کی جستجو مین تو یہ معرکہ آرائیان ہو رہی ہین۔ اور ہان کل مجھے اُڑتی سی خبر ملی ہے کہ ریحانہ بذ مین موجود ہین"

علی "کیا کسی معتبر ذریعے سے معلوم ہوا؟"

افشین "ایک جاسوس یہ خبر لایا تھا مگر اُس کو نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کب آئین اور نہ یہ پتہ لگا کہ کیونکر آئین۔ اور اسی وجہ سے مجھے اُس کے کہنے کا زیادہ یقین نہین ہے۔ کاش ماہ آفرید پھر ایک بار ملتی۔ مگر وہ کمبخت بابک کی ساقیہ ہے اُسے چھوڑ کے کہین جاتی ہی نہین۔ میرے جاسوسون اور کوہبانون نے اُس کو بہت تلاش کیا۔ کہین بھی قلعے کے باہر ملتی تو فوراً پکڑ لائی جاتی"

علی "وہ آئے گی بھی تو بتا دے گی؟ ہرگز نہین"

افشین "مگر وہ کچھ عجیب مزاج کی بیوقوف سی عورت ہے کہ مین اُس کے بیان سے ضرور پتہ لگا لیتا"

اب ظہر کا وقت آ چکا تھا۔ معمولی قرارداد کے مطابق مسلمان فوجین واپس چلین۔ اور خرمیون کے گروہ سے روز کی عادت کے مطابق مسرت کے نعرے بلند ہونے لگے۔ وہ تمام فوجین جو ادھر اُدھر کے پہلوؤن پر حملہ کر رہی تھین پلٹ آئین۔ مگر جعفر خیاط کا لشکر جو بذ کے پھاٹک کے قریب پہونچ گیا تھا نہین ہٹا۔ جعفر اپنے ہمراہیون کو واپسی کا حکم دینے ہی کو تھا کہ ناگہان شہر کا پھاٹک کھلا۔ اور اُس مین سے خرمیون کے ایک زبردست گروہ نے نکل کے جعفر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ دونون حریفون مین سخت خونریزی ہونے لگی۔ اور لڑائی کا شور و ہنگامہ زور و شور سے بلند ہوا۔

جعفر جو اپنے عہد کے بے نظیر شجاعان عرب مین سے تھا طیش مین آ کے خود ہی دشمنون پر جھپٹ پڑا۔ خرمیون کو مار کے ہٹا دیا۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ بابکیون کو مارتا بھگاتا تا پھاٹک پر جا پہونچا۔ لڑائی کا یہ رنگ اور جعفر کی یہ تیزی افشین نے دیکھی تو بے اختیار

کہہ اٹھا بڑا غضب ہوا۔ بابکیوں کی حالت اور اس مقام کی دشواریوں کو میں جانتا ہوں
جعفر نہیں جانتا۔ بظاہر وہ کامیاب ہو کے بڑھ رہا ہے۔ مگر اصل میں سر بساعت ہلاکت
تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ اور افسوس کہ اپنے ساتھ اور بہت سے مسلمانوں کو بھی قعر ہلاکت
میں ڈھکیلنے کے واسطے لیے جاتا ہے۔ افسوس اپنی غلطی سے اس نے میرا سارا منصوبہ بگاڑ دیا۔
یہ کہتا تھا اور ہونٹ چباتا تھا۔

اب لڑائی کا جوش و خروش اور بڑھا۔ اور قلعۂ بذ کے پھاٹک پر سخت لڑائی ہونے لگی۔
جعفر خیاط کی کوشش تھی کہ اسی حملے میں بذ کے اندر گھس پڑوں۔ بابکی جان پر کھیل کے اپنے
قلعے کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ خود بابک اپنے رفقا کے پھاٹک سے باہر نکل آیا تھا
ساقیہ بار بار جام شراب دیتی۔ اور وہ نشۂ صہبا میں جھوم جھوم کے اپنے بہادروں کو للکارتا
اب قلعے کے اندر کے تمام خرمی سپاہیوں کے نکل پڑنے سے جعفر کا حملہ کمزور پڑنے لگا تھا اس
حالت کو دیکھ کے عساکر اسلام کے تمام سپاہی حملہ کرنے کے لیے بیتاب تھے اور منتظر تھے کہ افشین
حکم دے تو سب کے سب قلعے پر جا پڑیں۔ مگر افشین کسی طرح فوج کو بڑھنے اور جعفر کی مدد کرنے کا حکم دیتا
تھا۔ آخر ان مجاہدین کو جو محض ثواب آخرت کیلیے اس مہم میں شریک تھے ضبط کی تاب نہ رہی بے اختیار
بغیر سپہ سالار سے اجازت لیے حملہ کر دیا اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے قلعۂ بذ کے پھاٹک
پر جا پہنچے جہاں تیغ و سنان کا ہنگامہ برپا تھا۔ اور موت کا فرشتہ بڑی سرعت کے ساتھ اپنا کام کر رہا
تھا۔ ان مجاہدین کے پہنچ جانے سے جعفر کے ہمراہیوں میں زیادہ زور پیدا ہو گیا۔ اور خرمیوں
کو مارتے ہٹاتے ہوئے وہ پھاٹک و فصیل کے پاس جا پہنچے شہر پناہ کی دیوار کو تھوڑا بہت
نقصان پہنچا دیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب وہ دیواروں پر چڑھ کے قلعے کے اندر داخل
ہوا ہی چاہتے ہیں مگر افشین کی بے حسی و بیقراری کی وہی حالت تھی۔

اسی حالت میں جعفر کا ایک سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا اور گھاٹیوں اور غاروں کو پھاندتا
ہوا افشین کے پاس آیا اور عرض کیا جعفر چاہتے ہیں کہ حضور اس وقت پانچ سو پیدل
سپاہیوں سے ان کی مدد کریں۔ اور کہتے ہیں کہ اب میں قلعۂ بذ کے اندر داخل ہونے ہی کو ہوں
اس کے جواب میں افشین نے برہمی کے ساتھ کہا جعفر نے بڑی بھاری غلطی کی ہے اس حملے
میں کامیابی غیر ممکن ہے۔ اور نقصان یقینی۔ وہ حماقت سے بغیر میرے مشورہ کیے موت کے منہ میں چلے
گئے ہیں۔ اور اپنے ساتھ اور بھی بہتیرے مسلمانوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ لہذا جتنے لوگوں کو

وہ ضائع کرنے کے لیے وہاں لے گئے ہین اُن سے زیادہ مسلمانون کی جانین ضائع کرنے کی مین ہرگز اجازت نہین دے سکتا۔ اُن سے کہہ دو کہ اس احمقانہ حملے سے باز آئین۔ اور خیریت اسی مین ہے کہ آہستہ آہستہ لڑتے ہوئے واپس چلے آئین۔"

یہ جواب سُن کے علی بن فضل نے جو افشین کے پاس بیٹھا تھا کہا "میرے نزدیک تو اس نازک موقع پر جعفر کی ضرور مدد کرنی چاہیے۔"

افشین: "لیکن جب مدد کرنے مین فتح اور کامیابی کی اُمید بھی ہو مجھے تو ان لوگون کی ہلاکت کا اندیشہ ہے جو اس وقت بیخبری اور حماقت کے نشے مین مصروف پیکار ہین۔ جعفر اگر میرے مشورے کے مطابق آہستہ آہستہ لڑتا ہوا واپس آئے تو سمجھنا چاہیے کہ خوش نصیب ہے۔"

علی: "آخر کیون؟"

افشین: "اس کو آپ دم بھر مین دیکھ لین گے۔ آپ نہین جانتے کہ بابک کتنا بڑا خطرناک شخص ہے۔ اور اپنے قلعے کے بچانے کی اُس نے کیا کیا تدبیرین کر رکھی ہین۔"

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ ناگہان بنجار اخذاہ کی پہاڑی کے عقب سے جو قلعہ بذ کی داہنی جانب تھی اور ایک دوسری پہاڑی سے جو شہر کے دوسرے پہلو پر تھی خرمیون کا بے شمار لشکر نکل پڑا۔ اور معلوم ہوا کہ جیسے اس ٹڈی دل کو وہین کی زمین نے اُگل دیا ہے۔ یہ دونون خرمی لشکر دونون جانب سے جھپٹے کہ جعفر اور اُس کے ہمراہیون کا واپسی کا راستہ روک دین۔ اور اُن سب کو اپنے حلقے مین کر کے بذ کے پھاٹک ہی پر مار لین۔ ان کثیر التعداد دشمنون کو نکلتے دیکھ کے علی کانپ گیا۔ اور بے اختیار کہہ اٹھا "آپ سچ کہتے تھے جعفر نے بڑی ہی غلطی کی۔"

مگر اب افشین کو جواب دینے کی فرصت نہ تھی۔ گھبرا کے کھڑا ہو گیا۔ اور علمدار سے جو پیچھے تھا جھنڈا چھین کے اُسے دونون ہاتھون سے زور زور سے ہلانے لگا۔ یہ اشارہ ہوتے ہی اُس کے گارد کے سوار اور تمام پیدل پلٹنین سب بذ کے پھاٹک کی طرف چلین۔ اُن کی سُست رفتار دیکھ کے افشین نے جھنڈا زور زور سے اور جلدی جلدی ہلایا۔ اور تمام حملہ آور فوجین چارون طرف سے دوڑنے لگین۔

دشمنون اس از غیبی فوج کو اپنی پشت پر آتے دیکھ کے جعفر خیاط بھی گھبرا گیا فوراً جھنڈی ہلا کے اپنے ساتھیون اور مجاہدین کو واپسی کا حکم دیا۔ لیکن یہ بڑی

عقلمندی کی کہ بجائے بھاگنے کے شہر والے حریفون سے لڑتا اور اُن کو تعاقب سے روکتا ہوا پلٹا۔ جس مقام پر اُن سب فوجون کا اجتماع ہوا یعنی اُدھر سے جعفر اور مجاہدین ممالک اسلام آئے۔ داہنے بائین خرمیون کی کمین گاہون کی فوج پہونچی۔ اور ادھر سے عساکر خلافت نے نرغہ کیا۔ وہان بڑی خونریزی ہوئی۔ اور جعفر کو موقع مل گیا کہ جبتک افشین کا لشکر اپنے بائین پہلو کے خرمیون کو شکست دے کے بھگائے وہ اپنے تعاقب کرنے والے خرمیون سے جو شہر سے نکل کے آئے تھے اور اُن کا سردار خود بابک تھا۔ باہر ہی سے مقابلہ کرتا رہے۔ آخر دونون جانب کے کمین گاہ سے آنے والے خرمی شکست کھا کے بھاگے۔ افشین کی شاہی فوج کے سوارون نے دونون جانب اُن کا تعاقب کیا۔ اور پیدلون نے جعفر کے ساتھ مل کے بابک کے ساتھیون پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ قلعہ کا پھاٹک اُس کے پہونچنے سے پہلے ہی بند کر لیا گیا۔ اور بابک اور اُسکے ہمراہی شہرپناہ کے پاس پہونچ کے ادھر اُدھر فصیل کے نیچے بھاگے۔ جعفر نے پھاٹک پر پہونچ کے پھر شہر پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا مگر اب کی فصیل کے اوپر سے خرمیون نے اس شدت سے تیرباری و سنگساری کی کہ مسلمانون کو گھبرا کے پیچھے ہٹنا پڑا اور اتنے مین بابک اور اُس کے رفقا فصیل کے نیچے پہونچ کے غائب ہو گئے۔

اب مجبوراً جعفر اور تمام شاہی فوجین واپس آئین۔ اور سب نے اپنے قلعہ کوہ کے نیچے قلعے کی فصیل مین داخل ہو کے آرام لیا۔ اس ہنگامے کے موقوف ہونے کے بعد افشین نے علی سے کہا "جعفر خیاط نے تو بڑی غلطی کی تھی جس کے خطرون سے خدا نے بچایا۔ مگر اُن کی اس غلطی سے مجھے بڑا فائدہ ہوا۔ مین مہینہ بھر سے اس چکر مین تھا کہ ہمیشہ لڑائی چھڑنے کے بعد اور تبد کی طرف بڑھتے وقت خرمیون کی جو فوجین ہر جانب سے یکبیک نکل پڑتی ہین وہ کہان سے آتی ہین۔ آج مجھے اُن کی دونون کمین گاہین معلوم ہو گئین۔ اور اب مین اس کا انتظام کر لون گا۔" یہ کہتے کہتے اپنے خیمے مین داخل ہو گیا۔ اور دونون آرام لینے کے لیے اپنے خیمون مین گئے۔ شام تک سب نے قلعے کے اندر بیٹھ کے آرام کیا۔ ہاتھ منھ دھو کے کھانا کھایا۔ نمازین پڑھین۔ خضوع قلب سے فتح کی دعائین مانگین۔ اور افسران فوج تیار ہو گئے کہ بعد مغرب فوجی کونسل مین شریک ہون۔

پانچوان باب

لعل گم شدہ کا پتہ

رات کا وقت ہے - اور مشاطۂ قدرت نے ایک مشرقی پہاڑی کے سر کو اُس کے پیچھے ہاتھ بڑھا کے بدر کامل کا تاج پہنا دیا ہے - ماہتاب کی روشنی افشین کے نئے قلعے یا ماحن مین پہونچی ہے - اور اُس روشنی مین اُس کے خیمے کے آگے ایک وسیع شامیانے کے نیچے جنگی کونسل جمع ہو رہی ہے - سرداران فوج نماز مغرب پڑھ کے اور کھانے پینے سے فارغ ہو کے آتے جاتے ہین - اور ہر شخص آج کی خوفناک لڑائی کے وہ واقعات بیان کر رہا ہے جو اُس پر گذرے ہین -

اتنے مین جعفر خیاط اور مجاہدین اسلام کا سرگروہ عثمان بن نعمان موصلی آئے - افشین نے اُٹھ کے اُن کی تعظیم کی - اور اپنے برابر بٹھا لیا - جعفر کے چہرے سے ناراضی کے آثار نمایان ہین جو افشین کے اس خلق سے بھی نہین دور ہوئے - چنانچہ اُس نے بیٹھتے ہی کہا "آپ نے آج میرے اور میرے ساتھیون کے ہلاک کرانے مین کوئی کسر نہین اُٹھا رکھی تھی - پانچ سو سپاہی بھی کوئی چیز ہین ؟ مگر آپ نے اُن کے بھیجنے مین بھی بخل کیا ! "

افشین - (مسکرا کے اور متانت سے) "پانچ سو سپاہی تو بڑی چیز ہین مجھے مسلمانون کی جانین اس قدر عزیز ہین کہ ایک سپاہی کو بھی کسی کی غلطی پر قربان کرنے کے لیے موت کے منھ مین نہین بھیج سکتا - مین ایک سال سے ان پہاڑون مین ہون - خرمیون کی حرکتون اور بابک خرمی کی مکاریون سے خوب واقف ہو چکا ہون - اور آپ ابھی نئے نئے بغداد سے چلے آتے ہین - آپ کو کیا خبر کہ خرمیون نے ان پہاڑون کو کیا سے کیا بنا دیا ہے - مجھے اندیشہ لگا رہتا ہے کہ یہی زمین جس پر مین بیٹھا ہون - اس کے نیچے بھی ان لوگون نے کوئی سُرنگ نہ بنا رکھی ہو - ان اسباب سے سخت ضرورت تھی کہ آپ شہر بذ کے پھاٹک پر حملہ کرنے سے پہلے مجھ سے مشورہ کر لیتے بجائے اس کے آپ نے بغیر میری اجازت کے حملہ کر دیا - اور سمجھے کہ جو تھوڑے سے خرمی ہین جو آپ کو شکست دے رہے تھے - اور چاہتے تھے کہ آپ کے ساتھ سارا لشکر اسلام بھی وہان پہونچ جائے اسی خیال سے اُنھون نے شہر پناہ کے اُوپر سے سنگساری و تیر افگنی بھی نہین کی - تاکہ آپ کو شہر کا فتح کر لینا آسان نظر آئے - وہ منتظر تھے کہ سارا لشکر اسلام پھاٹک پر پہونچ لے تو

کمین گاہ سے اُن کی فوجین نکلین۔ ساتھ ہی قلعے سے بھی وہ پوری قوت سے نکل پڑین۔ اور سارے لشکر اسلام کو دم بھر مین گھیر کے فنا کر دین۔ آپ اُن کے اس فریب کو سمجھتے نہ تھے اور برابر بڑھتے چلے جاتے تھے۔ ایسی حالت مین آپ کی کمک کے لیے بھیج کے مین اپنی بہادر فوج کو کیسے ضائع کر سکتا تھا؟ مگر مجاہدین جن مین جوش شجاعت اور دینی حمیت کے سوا عقل اور عاقبت اندیشی نام کو بھی نہین ہے وہی حمیت جوش مین بغیر مجھ سے اجازت لیے آپ کے پاس پہونچ گئے۔ اُن کے پہونچتے ہی آپ نے دیکھ لیا کہ آپ کے پیچھے دونون پہلوؤن سے خرمیون کا ایک بڑی دَل نکل پڑا۔ اور آپ کی حالت کس قدر نازک ہو گئی تھی؟ اُس وقت مجھے مناسب معلوم ہوا کہ ساری فوج سے آپ کو مدد دی جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا اور خدا نے آپ کو خطرے سے بچا لیا۔ اور فتحیاب کیا۔ برخلاف اس کے اگر آپ کے مانگنے پر اور خرمیون کے کمین گاہ سے نکلنے کے پہلے ہی یہ فوج پہونچ جاتی تو سارا لشکر اسلام تباہ ہو جاتا۔"

اس وقت مجاہدین اسلام مین سے ایک بہادر شخص نے ایک خشک گارے بھرا بڑا سا پتھر افشین کے سامنے لا کے ڈال دیا اور کہا "دیکھیے ہم شہر بذ کی دیوار سے یہ پتھر توڑ لائے ہین۔"

افشین "آپ کی جوانمردی مین شک نہین مگر جب آپ پلٹے ہین اُس وقت آپ کو اور سب کو نظر آ گیا کہ آپ کتنے بڑے خطرے مین پڑ گئے تھے۔"

جعفر "جو کچھ ہو مگر آپ کو مسلمانون کی مدد کرنا چاہیے تھی۔"

افشین "تو کیا مین نے مدد نہین کی؟ میری مدد ہی تھی جو آپ کو موت کے منھ سے نکال لائی۔ مگر ہان مین نے اُس وقت مدد کی جب مدد کا وقت آیا جس وقت آپ نے مدد مانگی ہے اُس وقت میرے نزدیک مدد کا وقت نہ تھا بلکہ جو سپاہی آپ کے پاس جاتے اُن کو بھی ہلاک کرنا تھا۔"

اسی مجاہدین مین سے چند لوگون نے شکایت کی کہ "فوج مین رسد کا انتظام اچھا نہین ہم لوگون مین سے اکثر لوگ فاقے کر رہے ہین۔ اور ہم ہی نہین شاہی لشکرون مین بھی کھانے کی قلت ہے۔ آپ کو اس کا انتظام کرنا چاہیے۔"

افشین "جہان تک بن پڑتا ہے۔ رسد منگوانے مین کمی نہین کی جاتی۔ مگر جب ہم نے اس بلند قلعہ کوہ پر قیام کیا ہے کافی مقدار مین غلہ کا یہان تک لانا غیر ممکن ہے خصوصاً

اس حالت مین کہ روز لڑائی ہوتی ہے۔ تاہم جہان تک بنتا ہے شاہی فوج کو جو ہمارے ساتھ آئی ہے تھوڑی بہت غذا ضرور دی جاتی ہے۔ رہے اپنی خوشی سے آنے والے مجاہدین تو وہ اپنے ذرائع معیشت کے خود ہی ذمہ دار ہین۔ ہم پر اُن کا بار نہ ہونا چاہیے۔ اس سے پیشتر جہان تک بنا اُن کو بھی رسد پہونچائی گئی۔ لیکن اب یہ دشوار ہے اس لیے مین صاف کہے دیتا ہون کہ آپ لوگ صبر کرین۔ بلکہ خوب اندازہ کر لین کہ کون کون صاحب کمی غذا یا بھوک اور فاقون کو برداشت کر سکتے ہین۔ جن صاحبون کو صبر کی طاقت ہو رہین اور جو برداشت نہ کر سکتے ہون اُن کے لیے واپسی کا رستہ کھُلا ہوا ہے۔ بے تکلف چلے جائین۔ امیر المومنین کا لشکر اس مُہم کے لیے اکیلا کافی ہے

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ ایک شخص نے کہا "مجاہدین کے ساتھ ایک ولی اللہ بزرگ ہین اُنھون نے کل ایک خواب دیکھا ہے جس سے تمام مجاہدون مین ایک شورش پیدا ہو گئی ہے"۔ افشین نے فوراً اُن بزرگ کو بُلوا کے ان کا خواب پوچھا۔ اُنھون نے کہا "مین نے دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلعم تشریف لائے اور فرماتے ہین کہ افشین سے جا کے کہدو کہ فوراً لڑائی چھیڑے۔ اور تاخیر مت کرے۔ ورنہ پہاڑون کو حکم دون گا کہ تجھے سنگساری کرین"۔ افشین یہ سُن کے آبدیدہ ہو گیا۔ اور کہا "میری نیت کا حال خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اور نیز اس بات کو کہ جو کچھ مین کر رہا ہون اُس مین کیا مصلحت ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت سرور عالم پہاڑون کو سنگساری کا حکم دین گے تو مجھ پر نہین بلکہ اُس کافر مشرک اور مدعی ربوبیت پر جس نے مسلمانون کو پریشان کر رکھا ہے"۔

افشین کے یہ الفاظ سُن کے مجاہدین جو اُس کے پہلے جواب ہی پر برافروختہ ہو رہے تھے ناراضی کے ساتھ اُٹھ کے واپس چلے۔ اور اُن مین سے بعض چلا چلا کے کہتے جاتے تھے۔ "سردار افشین ہمین اور جعفر کو لڑنے دین تو ہم شہر بذ کو فتح کر لین"۔ اب سب مجاہدین اُٹھ کے چلے گئے۔ اور افشین حیران بیٹھا تھا کہ ایک سپاہی نے ایک عورت کو لا کے افشین کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا "حضور جس وقت بابک بھاگا ہے اور اپنے قلعے کی دیوار کے نیچے پہونچا ہے اُس وقت اس عورت نے اُسے لا کے شراب کا جام دیا۔ مین قریب تھا۔ ایک بڑا سا پتھر کھینچ مارا کہ بابک کا کام تمام کر دون۔ مگر پتھر بجائے بابک کے اُس کی اس ساقیہ کے لگا۔ اور یہ غش کھا کے گر پڑی۔ بابک کے ہمراہی جھپٹے کہ اسے اُٹھا لیجائین مگر ہم نے زغہ

کر کے انھیں ہٹا دیا۔ اور اگرچہ شہر پناہ پر سے برابر پتھر برس رہے تھے۔ اور مین نے چوٹ بھی کھائی مگر اسے نہ چھوڑا۔ جان پر کھیل کے اُٹھا کے لایا۔ شام تک میرے خیمے مین بیہوش پڑی رہی۔ اس وقت ہوش آیا تو حضور کے سامنے لے آیا۔ حضور کا حکم ہے کہ جو خرمی عورت پکڑی جائے حضور کے سامنے ضرور پیش ہو۔ اس لیے یہ حاضر ہے"

افشین۔ (حیرت و جوش کے ساتھ) "یہ بابک کی ساقیہ ہے!"

سپاہی "مین یہ تو نہین جانتا کہ یہ اُس کی ساقیہ ہے یا کون ہے۔ مگر میرے سامنے اس نے اُسے جام شراب ضرور پلایا تھا"

افشین نے اُس عورت کو قریب بُلوایا۔ غور سے اُس کی صورت دیکھی۔ اس پر بھی اطمینان نہوا۔ تو مشعل منگوا کے اُس کے مُنھ کے سامنے کی۔ اور پہچان کے بولا "خوب ملین"

عورت "ہان خوب ملی۔ مین خود ہی اقرار کر چکی ہون کہ مسلمانون کی دشمن ہون۔ بہتون کے کلیجے چبا چکی ہون۔ پھر دیر کس بات کی ہے قتل کا حکم دیجیے"

افشین۔ (مسکرا کے) "ہونا تو یہی چاہیے۔ مگر جس طرح مین جانتا ہون کہ تم مسلمانون کے خون کی پیاسی اور اُن کے کلیجون کی بھوکی ہو۔ ویسے ہی تم بھی جانتی ہو کہ مین تمھاری صورت پر فریفتہ اور تمھاری زلف گرہگیر کا اسیر ہون پہلے تم میرے ساتھ میرے خیمے مین چلو گی میری دعوت کھاؤ گی۔ پھر اس کے بعد جو کچھ مناسب ہوگا عمل مین آئے گا"

عورت "یہ نہوگا۔ اور اس تمنا کو آپ اپنے ساتھ قبر مین لیجائین گے"

افشین "ماہ آفرید تم بیشک اپنے نام کے مطابق چاند کی بیٹی اور مہ پارہ ہو مگر تم مین چاند کی سی وفاداری کیون نہین ہے؟ چاند ہر شب کو آتا اور ہماری صحبت مین شریک ہوتا ہے مگر تمھین اپنی پیاری صورت دکھانے مین اتنا بخل ہے کہ گئین تو پھر آنے کا نام تک نہ لیا"

افشین کی ان باتون کو تمام سرداران فوج جو جمع تھے حیرت سے سُن رہے تھے۔ دل مین اگرچہ سب اس مذاق کو ناپسند کر رہے تھے۔ مگر زبان سے کوئی لفظ نکالنے کی کسی کو جرأت نہوتی۔ اب ماہ آفرید بیباکی سے افشین کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی اور افشین اُسی طرح اُس سے لگاوٹ کرتا اور اُس پر اظہار عشق کرتا تھا۔ چنانچہ اسی جوش مین اُس نے ماہ آفرید کی زنجیرین کھلوا کے اُسے اپنے پہلو مین بٹھا لیا۔ اور جو شخص اُسے لایا تھا اُس کی کارگذاری کی بہت تعریف کی۔ اور اُس کے حوصلے کے مطابق انعام دے کے اُسے رخصت کر دیا۔

یہ کہہ کے افشین نے مشورے اور کونسل کی کارروائی ختم کی۔ ماہ آفرید کا ہاتھ پکڑ کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور علی بن فضل کو بھی دربار ہی مین رخصت کرکے اپنے خیمے مین چلا گیا۔ جاتے وقت اس نے اپنے گارد کے افسر سے الگ لیجا کے کہا "اس عورت کی بیڑیان اور ہتھکڑیان مین نے کھلوا دی ہین تاکہ یہ اپنے آپ کو آزاد سمجھے۔ مگر تم اسے آزاد نہ خیال کرنا۔ پہرے کے تمام سپاہیون کو تاکیدی حکم دے دو کہ یہ قلعے سے نکل کے بھاگنے نہ پائے۔ چند آدمی خاص اس کی نگرانی پر مامور رہین۔ اور خوب یاد رکھو کہ اگر یہ نکل گئی تو تم اس کے ذمہ دار ہوگے اور اس کا معاوضہ تمھاری جان کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو سکے گی"

خیمے مین داخل ہو کے اُس نے ماہ آفرید کو پہلو مین بٹھایا۔ اور کہا "تمھین یاد ہوگا کہ مین نے گذشتہ ملاقات مین رخصت ہوتے وقت تم سے التجا کی تھی کہ کبھی کبھی ملتی ضرور رہنا۔ مگر افسوس تم نے اس کا خیال نہ کیا"

ماہ آفرید: "مگر مین نے آنے کا وعدہ نہین کیا تھا"

افشین: "اور جو تم نے وعدہ کیا بھی ہوتا تو کیا اُسے پورا کرتین؟ تم لوگون سے وعدہ وفائی کی اُمید رکھنا حماقت ہے۔ خیر ہوگا۔ کسی نہ کسی طرح ملاقات ہو ہی گئی۔ مگر مین زبان سے ادا نہین کر سکتا کہ تم سے مل کے کس قدر خوشی ہوئی ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم تو یہان چلی آئین۔ تمھارے آقا بابک کو وہان شراب کون پلاتا ہوگا؟"

ماہ آفرید: "میرے نہ ہونے سے اُنھین بیشک تکلیف ہوگی۔ مگر اُن کی تکلیف سے آپ کو کیا غرض ہے"

ماہ آفرید: "ہان مجھے اُن کی تکلیف کی پروا نہین۔ مین تو بس یہ چاہتا ہون کہ تمھین تکلیف نہ ہو"

ماہ آفرید: "سب سے بڑا آرام تو مجھے آپ نے یہ پہونچایا کہ پکڑ بلایا"

افشین: "مگر یہ میرا فعل نہ تھا۔ جو شخص تم کو پکڑ لایا نہ مین نے اُس کو حکم دیا تھا اور نہ یہ بات میرے خیال مین تھی کہ کوئی تم کو پا سکے گا۔ یہ فقط میرا جذب اُلفت ہے جو کسی نہ کسی بہانے سے تم کو یہان کھینچ لایا"

ماہ آفرید: "مین کہہ چکی کہ کسی مسلمان کے ساتھ میرا نباہ نہین ہو سکتا۔ مجھے حضرت بابک نے

جو آزادیان وسے رکھی ہین اور اُن کی عنایت سے مجھے جو آرام ملتا ہے وہ اور کہین ممکن نہین۔ اس لیے صاف صاف کہے دیتی ہون کہ میرے ساتھ عشق و محبت ظاہر کر کے آپ کو کچھ حاصل نہوگا۔ اور اگر مین زبردستی اور باندھ کے رکھی بھی گئی تو مجھسے وفاداری کی اُمید نہ رکھیے گا"

افشین۔ (ہنس کے) "تو مین وفا از معشوق نہ چاہتا بھی نہین۔ معشوقہ کو وفاداری سے کیا واسطہ، بیوفائی حُسن کا جوہر ہے"

ماہ آفرید" اچھا اگر آپ میرے سچے عاشق ہین تو مجھے بابک کے پاس پہونچا دیجیے"

افشین" خوشی سے پہونچا دون گا۔ لیکن آئی ہو تو دو تین دن رہو پھر چلی جانا"

ماہ آفرید" دو تین دن کیسے؟ مجھے تو ایک گھڑی بھی یہان لاکھ برس کے برابر ہے"

افشین" اچھا مین پوچھتا ہون بابک مین کون سی ایسی خوبی ہے جو تم اُن کے لیے لڑائی ہو رہی ہو۔ سُنتا ہون اُن کے حرم مین سیکڑون پری وش عورتین بھری ہوئی ہین، اس کے علاوہ اپنے معتقدون کی بیبیون کو بھی وہ اپنے اوپر حلال سمجھتے ہین۔ اُن کا یہ طریقہ دیکھ کے تمھین رشک نہین آتا؟"

ماہ آفرید" ہرگز نہین۔ اُنھین جیسی محبت مجھسے ہے کسی سے نہین ہے۔ ہونے کو تو اُن کے لیے ہر عورت حلال طیب ہے مگر اُن کی جو عنایت میرے حال پر ہے کسی پر نہین۔ مین اُن کی ساقیہ بھی ہون، اور محبوبہ بھی۔ اسی وجہ سے قلعے کی ساری گلرخ پری جمالین مجھ پر حسد کرتی ہین۔ اور مجھے کسی پر رشک کرنے کی کوئی وجہ نہین"

افشین" مگر تم تو کہتی تھین کہ ریحانہ کو اُنھون نے خاص اپنے لیے رکھا ہے اور اُس کے عشق مین بیتاب ہو رہے ہین۔ یقین ہے کہ اب وہ اُن کے حرم مین داخل ہو گئی ہوگی۔ اس پر تو تمھین ضرور رشک آیا ہوگا"

ماہ آفرید" ہان اُس پر مجھے رشک تھا مگر اُس نے اپنی بیہودگی نالائقی سے حضرت بابک کو خفا کر دیا"

افشین" خفا! وہ کیونکر خفا کر سکتی ہے؟ وہ تو اُن کے بس مین ہے"

ماہ آفرید" جی آپ کو نہین معلوم۔ حضرت بابک کی محبت و عنایت کی بے قدری کر کے اُنھون نے طرخان سے تعلق پیدا کیا۔ بھاگ کے اُس کے پاس مراغہ مین پہونچین۔

وہاں پہونچتے ہی کسی اپنے ہم قوم یار آشنا کے ذریعے سے اُسے قتل کرا ڈالا۔ اور بھاگ کے بغداد چلی تھیں "

افشین " عجیب تو کیا اب قلعۂ بذ میں نہیں ہیں ؟"

ماہ آفرید " ہوتیں کیوں نہیں ؟ ہمارے خدائی قوت رکھنے والے یزدان مظہر آقا کے ہاتھ سے بھلا کوئی بچ کے جا سکتا ہے ؟ انھیں اپنے روحانی مؤکلوں سے معلوم ہو گیا کہ وہ مراغہ سے بغداد کو جا رہی ہیں۔ اور قصر شیرین میں ہیں۔ بس حکم ہوا اور وہی مؤکل جو یہ خبر لائے تھے گئے اُن کو راتوں رات اُٹھا لائے "

افشین " اور پھر تمھارے لیے رشک و حسد کا سامان پیدا ہو گیا "

ماہ آفرید " نہیں۔ اب کی جو وہ آئیں تو معشوقہ بننے کے لیے نہیں بلکہ قید رہنے کے لیے۔ اب وہ زنجیروں میں بندھی ہوئی قید خانے میں بیٹھی رہتی ہیں "

افشین " غالباً ریحانہ بابک کے محل ہی میں قید ہو گی "

ماہ آفرید ۔ (آپ ہی آپ چونک کے) " خوب۔ آپ چپکے ہی چپکے سب باتیں پوچھ لیتے ہیں انھیں میں یہ ہرگز نہ بتاؤں گی "

افشین " اچھا نہ بتاؤ۔ میں بھی اصرار نہیں کرتا " یہ کہہ کے اُس نے دسترخوان بچھوایا۔ اور ماہ آفرید کو اپنے ساتھ کھلا کے کہا " ماہ آفرید۔ کاش تم میری ہو جاتیں "

ماہ آفرید " یہ قیامت تک نہ ہو گا "

افشین " اچھا وعدہ کرو کہ اگر میں قلعۂ بذ کو فتح کر لوں۔ اور بابک کو پکڑ کے قتل کر ڈالوں تو اس کے بعد تم خوشی سے میری بیوی ہو جاؤ گی "

ماہ آفرید ۔ (قہقہہ مار کے) " تو کیا تم سمجھے ہو کہ حضرت بابک کو شکست دے کے ہمارا قلعہ فتح کر لوگے ؟ تو بہ کرو بیٹے ! یہ ممکن ہی نہیں۔ تم اور تمھارا سارا لشکر انھیں پہاڑوں میں ٹکرا کے مر جائیگا اور یہ تمنا پوری نہ ہو گی۔ تم بندے کا نہیں خدا کا مقابلہ کر رہے ہو۔ اور خدا پر بھلا کوئی غالب آ سکتا ہے ؟"

افشین " بفرض محال میری یہ آرزو پوری ہو گئی تو تم وعدہ کرتی ہو ؟"

ماہ آفرید " میں ایسے محال کو فرض ہی نہیں کیا کرتی "

اب رات زیادہ آ گئی تھی اور صبح تڑکے اٹھ کے لڑائی کا انتظام کرنا تھا۔ افشین نے

ماہ آفرید کو اسی خیمے میں سُلایا اور خود دوسرے خیمے میں جا کے اپنی بیوی شیرین سے باتیں کرتے کرتے سو گیا۔

چھٹا باب

ایک ناکام حملہ

دوسری صبح کو افشین نماز پڑھ کے اپنے نو تعمیر قلعے سے باہر نکل رہا تھا کہ مجاہدین جو رات کی کارروائی سے مایوس ہو گئے تھے اُن میں کا ایک شخص سامنے آیا اور چلایا "یا امیر اگر شہادت کا وقت آ ہی گیا ہے تو ہمیں اُس سے محروم نہ رکھیے۔ ہم لوگ فقط ثواب آخرت کے لیے یہاں آئے ہیں۔ آپ کے خیال میں شاہی فوج کے لیے حملہ کرنے میں اگر خطرہ ہے تو اکیلے ہم ہی کو میدان میں جانے دیجیے۔ شاید خدا ہمارے ہی ہاتھ سے اس قلعے کو فتح کرا دے۔ ہم بغیر آپ کی اجازت کے حملہ نہیں کر سکتے۔ جو مذہباً ناجائز ہے۔ اور اسی لیے آپ سے حملے کی اجازت چاہتے ہیں۔"

اس مجاہد کی التجا نے افشین کے دل پر بڑا اثر کیا۔ دیر تک سر جھکا کے سوچتا اور غور کرتا رہا۔ پھر اُس کی طرف نظر اُٹھا کے کہا "میں تم لوگوں کے سچے جوش دینی اور خالص نیتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ اور جب تمہارے سے صادق الایمان مجاہد میرے جھنڈے کے نیچے ہیں تو فتح ہو ہی کے رہے گی۔ دراصل ابھی میری رائے نہ تھی کہ تدبیر و جہاد شروع کر دیا جائے۔ اس لیے کہ بابک خرمی بڑا مکار و فتنی ہے۔ اور ممکن ہے کہ اُس کے بعض فریبوں کا ابھی ہمیں پتہ نہ لگا ہو۔ لیکن خیر اب آپ لوگوں کو اصرار ہے اور صبر و انتظار کی آپ تاب نہیں لا سکتے۔ تو میں اپنی رائے بدلے دیتا ہوں۔ اچھا۔ خدا پر بھروسہ کر کے حملے کی تاریخ مقرر کر دو۔ تاکہ ہم تم ایک ساتھ حملہ کریں۔"

افشین کا یہ جواب سُن کے تمام مجاہدین خوش ہو گئے۔ اسی ہفتے میں ایک دن حملے کا قرار پا گیا۔ جو مجاہدین دو چار روز بھی صبر نہ کر سکتے تھے۔ اُن کو واپسی کا پورا موقع دیا گیا۔ اور مدد دی گئی کہ امن و امان کے ساتھ خطرناک مقامات سے نکل جائیں۔ اس کے ساتھ ہی افشین نے فوجوں کی ترتیب اور حملے کے انتظامات شروع کر دیے۔ چونکہ حملے میں نوجوان

دُور دُور کی گھاٹیون مین گذرنا اور اپنے مرکز سے فاصلے پر نکل جانا تھا۔ اس لیے انتظام کیا کہ رسد کا سامان کافی مقدار مین ہر حصہ فوج کے ساتھ موجود رہے۔ بہت سے خچر اور گدھے جو پہلے سے فراہم کر رکھے تھے اُن پر غلّہ اور خوراک کا سامان لدوا دیا گیا۔ تاکہ جہان بھوک لگے سپاہی کھانا کھالین۔ ہزارون جھلین ہوا کے خچرون کی پیٹھون پر کسی گئین۔ تاکہ زخمی اُن پر لاد لاد کے اپنے مامن مین پہونچائے جائین۔ اور وہان اطمینان سے اُن کی مرہم پٹّی ہو۔

انھین انتظامات مین حملے کا دن آگیا۔ افشین اُسی بلند مقام پر جاکے بیٹھا جہان روز بیٹھا کرتا تھا۔ اور جہان سے قلعۂ بذ اور میدان جنگ کا زیادہ حصہ نظر آتا تھا۔ اور ابودلف کو بھیج کے مجاہدین کے پاس کہلا بھیجا "آپ لوگ جس سمت سے حملہ کرنا آسان سمجھین اُس طرف کے حملے کو اپنے ذمے لے لین۔ اور اُس کے سوا آپ اور کسی جانب رُخ نہ کرین منجنیقین اُڑانے والے گروہ اور تیرانداز بھی موجود ہین۔ ان مین سے جن جن کو آپ لوگ پسند کرین اپنی ہمراہی کے لیے منتخب کر لین۔ چنانچہ اُن لوگون نے قلعۂ بذ کا ایک پہلو اختیار کر لیا۔ اچھے منجنیقین اُڑانے والے اور تیرانداز بھی چھانٹ کے لے لیے اس کے بعد افشین نے اپنی فوج کے لیے بھی حملے کی سمتین قرار دے لین۔ پھر ابوسعید کو بلا کے حکم دیا کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ آکے میرے پہلو مین فلان مقام پر ٹھہرو۔ اور میرے حکم کے منتظر رہو۔ اس کے بعد جعفر خیاط کو حکم دیا کہ "تم مجاہدین کے مقابل دوسری سمت سے حملہ کرو۔ اور اطمینان رکھو کہ تمھین جتنے سوارون اور پیدلون کی ضرورت ہوگی مین برابر بھیجتا رہون گا۔"

ان انتظامات کے بعد حملہ شروع ہوگیا۔ اور بذ پر ایک جانب سے مجاہدین نے اور دوسری جانب سے جعفر خیاط نے حملہ کر دیا۔ اور ایک ہی حملے مین شہر بذ کی فصیل کے نیچے جا پہونچے۔ جعفر نے کمال شجاعت سے ایک صف شکن حملہ کرکے اور جو سامنے آیا اُسے مار کے اور گرا کے بذ کے پھاٹک پر زور سے نیزہ مارا۔ اور اُس کے کھولنے یا توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ اب جعفر اور اُس کے ہمراہی فصیل کے نیچے جوہر شجاعت دکھا رہے تھے۔ اور افشین پورے انتظام کے ساتھ اُنھین برابر بسکٹ اور ستو پہونچا رہا تھا۔ اسی قدر نہین جو سپاہی جیسی بہادری دکھاتا اُسی حیثیت کا انعام بھی اُسے افشین دوران جنگ مین دیتا جاتا تھا۔

شہر پناہ کے اوپر سے تیر اور پتھر مینھ کی طرح برس رہے تھے۔ جعفر کے ہمراہی سوار اور

بہت سے پیدل تیر انداز صفیں باندھے فصیل پر ایسی تیر اندازی کر رہے تھے کہ جو سامنے آتا اُسے مار کے گرا دیتے۔ اور خرمیوں کو منڈیر کے پاس نہ آنے دیتے کہ نیچے سنگساری کریں اور تیر برسائیں۔ لیکن اس پر بھی وہ ڈھالوں اور پتھروں کی سلوں کی آڑ پکڑ کے بڑھتے اور اپنا کام کرتے۔ اور اس لڑائی کے درمیان میں سُرنگ لگانے والے سُرنگیں لگانے کی کوشش کرتے۔ ہزارہا کدالیں دیوار پر پڑتیں اور اُس کے پتھر توڑ توڑ کے گراتیں۔ ان مزدوروں کو برابر مدد پہنچ رہی تھی۔ اور جیسے ہی ایک جماعت سخت محنت کر کے ہٹتی۔ دوسری بڑھ کے کدالیں چلانے لگتی۔ الغرض بڑی دیر تک پھاٹک پر یورش رہی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ دشمن کے پکے حملہ آور فصیل کیا معنی سارے قلعے کو بیخ و بنیاد سے کھود کے پھینک دیں گے۔ اتنے میں پھاٹک کے ایک پہلو میں زور سے سُرنگ اُڑی جس نے دیوار کو ہلا تو دیا۔ مگر اس کا سارا زور باہر ہی کی طرف نمودار ہوا۔ اس لیے کہ بہت سے پتھر دیوار سے ٹوٹ کے باہر کی طرف گرے۔ اور اگرچہ مسلمان سُرنگ اُڑاتے وقت پیچھے ہٹ آئے تھے پھر بھی دس پندرہ آدمی زخمی ہو کے گرے اور پتھروں کی تھملوں میں ڈال کے اُٹھا لائے گئے۔

بابکیوں کو اس فصیل کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہوا تو بہت گھبرائے۔ اور جان پر کھیلنے کو تیار ہو گئے۔ فوراً پھاٹک کھلا۔ اور اُن کے ایک زبردست لشکر نے نکل کے مسلمانوں پر زور و شور سے حملہ کیا۔ اور سب کے سب پھاٹک حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے۔ سخت لڑائی شروع ہو گئی۔ اور جعفر کے ہمراہیوں کو اس حملے کا روکنا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ سب لوگ گھبرا کے پیچھے ہٹے۔ پھاٹک اور فصیل کے پاس سے تمام حملہ آوروں کو خرمیوں نے مار کے ہٹا دیا۔ اور فصیل کو توڑنے کی جو کارروائی ہو رہی تھی موقوف ہو گئی۔

مجاہدین نے اپنی طرف ایسی یورش کی تھی کہ اُن کے بعض لوگ سیڑھیاں لگا کے سیاہ عباسی علم ہلاتے ہوئے فصیل کے اوپر چڑھ گئے تھے۔ اور ارادہ کر رہے تھے کہ بہت سے لوگ ایک ساتھ اندر پھاند کے پھاٹک کھول دیں۔ مگر عین اُس وقت جب خرمیوں نے جعفر پر حملہ کیا تھا اُن لوگوں پر بھی بڑی زور سے نرغہ کیا۔ اُن تمام لوگوں کو جو اوپر چڑھ گئے تھے دھکیل کے پھر پیچھے گرا دیا جن لوگوں نے گر کے چوٹ کھائی تھی اُنھیں اوپر سے پتھر مار مار کے ہلاک کر ڈالا۔ پھر سب کو مار کے قلعے کے پاس سے ہٹا دیا۔ اور گروہ مجاہدین سے نمایاں طور پر کمزوری ظاہر ہوئی۔

یہ حالت دیکھ کے افشین نے کچھ کمک جعفر کے پاس بھیجی تاکہ اُسے پوری شکست نہ ہونے پائے - اور تھوڑی فوج سے مجاہدین کی مدد کی۔ جعفر نے تو اس نازک حالت میں اپنے سو تیر انداز آگے کر دیے۔ جو صف باندھ کے اور ڈھالوں کی آڑ کر کے جم گئے - اور اس شدت سے دشمنوں پر تیر برسانے لگے کہ ان کو آگے بڑھنے کی جُرأت نہوتی مگر مجاہدین کو پوری شکست ہو گئی۔

جعفر کے پاس جب کمک پہونچی تو اس نے کہلا بھیجا "مجھے فوج کی کمک کی شکایت نہین۔ اس لیے کہ میرے پاس کافی فوج موجود ہے۔ مگر مجھے یہ نہین نظر آتا کہ کس مقام پر لڑون اور کدھر سے فصیل پر دھاوا کرون۔ یہ سُن کے افشین نے واپسی کا حکم دیا۔ فوراً زخمی اور پتھرون کی چوٹ کھائے ہوئے لوگ محملون مین لاد لاد کے اُٹھا لائے گئے - اور دونون طرف کے حملہ آور واپس آئے - جن کا خرمیون نے تھوڑی دُور تک تعاقب کیا۔ اور اس کے بعد اپنی کامیابی و فتح پر خوش ہوتے ہوئے قلعہ مین واپس گئے۔

مسلمانون نے اپنے مامن مین آ کے نماز ظہر پڑھی جس کا وقت آخر ہونے کو تھا۔ اس کے بعد اپنے اپنے خیمون اور مسکنون مین جا کے کمرین کھولین۔ لیٹ پوٹ کے تھکن مٹائی اور بعد مغرب تمام سرداران فوج افشین کے پاس آئے۔ اور مشورہ ہونے لگا کہ کیا کارروائی کی جائے۔ جعفر اور مجاہدون کے سردارون نے کہا "افسوس آج ہم ناکام رہے - اور سچ یہ ہے کہ ہم بے ایمان اور بے دین خرمیون کو اتنا بہادر نہین جانتے تھے"۔

افشین "مگر مین جانتا تھا - اور اسی لیے تمھین روکتا تھا"۔

یہ سُن کے مجاہدین کا سردار عثمان بن نعمان موصلی بولا "خیر آج تو جو ہونا تھا ہوا۔ مگر اب کیا کیا جاے؟ اگر مناسب ہو تو ہیثم غنوی کو مقام رستاق ارشق سے۔ غلویہ اعور کو حصن النہر سے اور دیگر سردارون کو اُن مقامات سے جہان وہ مامور ہین۔ بُلوا لیجیے اور ہم سب ایک ساتھ حملہ کرین"۔

افشین "ان لوگون کو اُن کی جگہون سے ہٹانا ہرگز مناسب نہین ہے۔ خیر اب آپ لوگ نہ گھبرائیں۔ عنقریب مین اپنے انتظام سے حملہ کرون گا۔ اور انشاء اللہ ایک ہی دن مین فتح کر لون گا - آج کا حملہ فقط آپ لوگون کے اصرار سے ہوا - ورنہ میری راے نہ تھی۔ آپ لوگ بہادر ہین۔ اور خدا کی راہ مین جانین فدا کرنے مین دریغ نہین کرتے۔ مگر یہ نہین جانتے کہ فتح حاصل کرنے کے لیے کیا تدبیرین کی جائین"۔

جعفر "آپ کا فرمانا بجا ہے۔ اور مین اپنی غلطی تسلیم کرتا ہون۔ لیکن اب آپ جس طرح اور جس عنوان سے حکم دین حملہ کیا جائے"
علی بن فضل "اب کی مین چاہتا ہون کہ لڑائی مین آپ مجھسے بھی کام لین"
افشین "مین اب کی آپ سے ضرور کام لون گا۔ اور آپ ہی کے ہاتھون سے یہ قلعہ فتح ہوگا۔ آپ عباسی النسل ہین۔ اور عباسی جاہ وجلال آپ ہی کے مبارک ہاتھون سے نمایان ہوگا"
فضیل۔ (افشین کا بھائی) "افسوس مین زخمی ہوکے معذور ہو گیا۔ ورنہ مین بھی خلافت اور اسلام کی خدمت بجا لاتا"
جعفر "ابھی جناب نے یہ نہین بتایا کہ اب کب حملہ ہوگا؟"
افشین "یہ تو مین اُس دن بھی نہ بتاؤن گا جس دن حملہ ہونے والا ہوگا"
اب اس مجلس مشورہ کو ختم کرکے افشین اپنے خیمے مین گیا۔ اندر جاکے بیٹھا ہی تھا کہ پاس کے زنانے خیمے سے اُس کی بیوی شیرین عالیہ بنت جعفر کو لیے ہوئے آئی جس کی صورت دیکھتے ہی افشین تعظیم کو اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور شیرین نے کہا "اب یہ یہان بہت گھبراتی ہین۔ اور مصر ہین کہ انھین قلعۂ بذ مین جانے کی اجازت دیجائے"
افشین۔ (عالیہ سے) "مجھے کسی طرح مناسب نہین معلوم ہوتا کہ آپ تن تنہا کافرون کے قلعے مین چلی جائین۔ ممکن ہو کہ وہان کوئی پہچان لے۔ اچھا ایک بات میرے ذہن مین آتی ہے۔ ماہ آفرید تو آپ کو نہین پہچانتی؟ مین آپ کو اُس سے ملاتا۔ مگر اس اندیشہ سے نہین ملایا کہ آپ بذ مین جا چکی ہین۔ ایسا نہ ہو کہ پہچان جائے"
عالیہ "وہ مجھے خوب پہچانتی ہے۔ اور میری دوست ہے۔ مین جب بذ مین گئی ہون اُس سے بولتی تھی اور اُسی کی وجہ سے مجھے ریحانہ کا پتہ لگا"
افشین "آپ نے اُسے دوست کیسے بنایا؟"
عالیہ۔ (مسکرا کے) "مین اُس کے مقتول بھائی خورزاد کا فرضی پیام لے کے اُس کے پاس گئی تھی۔ اور اُس پر ظاہر کیا تھا کہ محمد بن مغیث حاکم قلعہ شاہی کی لونڈی ہون"
اسی سلسلہ مین عالیہ نے اپنی ساری سرگذشت بیان کر دی۔
افشین "تو آپ پر اُس کو کسی قسم کی بدگمانی تو نہین ہے؟"

عالیہ "ہونی تو نہ چاہیے - مگر میرے چلے جانے کے بعد کوئی نئی بات اُٹھ کھڑی ہوئی ہو تو مین کیا جان سکتی ہون ؟"

افشین "خیر مضائقہ نہین - مین اس وقت بُلا کے اُسے آپ سے ملاتا ہون دیکھون اُس پر کیا اثر پڑتا ہے - اور اگر اُس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ نظر آیا تو آپ کو اُس کے ساتھ کر دون گا"

عالیہ "ضرور بُلایئے - مگر پہلے مین یہان سے چلی جاؤن جب وہ یہان آ لے تو شیرین کوئی چیز مانگین - اور مین لونڈیون کی وضع سے اُس چیز کو لاؤن - وہ مجھے ابن مغیث کی لونڈی جانتی ہے اور اِس کو مین یہ کہہ کے نباہ لون گی کہ آپ نے مجھے حاکم قلعۂ شاہی سے مانگ لیا ہے - مگر یہ اُس پر ہرگز ظاہر نہ ہونا چاہیے کہ مین کوئی شریف عورت ہون - یا آپ میری عزت کرتے ہین مین لونڈیون کی طرح اور لونڈیون ہی کی وضع مین آؤن گی - اور آپ بھی اُسی طرح مجھ سے بات کرین جس طرح کوئی اپنی لونڈی سے بات کرتا ہے"

افشین "اس کو تو میرا دل نہین گوارا کرتا - مگر مجبوری مین سب جائز ہے"

اب عالیہ اُٹھ کے اپنے خیمے مین چلی گئی - اور افشین نے اپنی لونڈی کیوان دخت کو بُلا کے حکم دیا کہ ماہ آفرید کو میرے پاس بُلا لاؤ - کیوان دخت گئی اور افشین اپنی بیوی شیرین کو سمجھانے لگا کہ بابک خرمی کی اس لونڈی ماہ آفرید پر مین مصلحۃً اپنا عشق ظاہر کیا کرتا ہون اور اس وقت بھی ایسی ہی باتین کرون گا تم بُرا نہ ماننا - مجھے اس عورت سے بڑے بڑے کام لینا ہین جو بغیر اس تدبیر کے نہین نکل سکتے - شیرین کی غیور طبیعت شوہر کے اس عذر کو کسی طرح تسلیم نہ کرتی تھی - اور افشین مختلف پہلوؤن سے اُسے سمجھا رہا تھا -

---

ساتوان باب

ایک شریف جاسوس

افشین کی مصلحتون کو شیرین ابھی تک نہین سمجھ سکی تھی اور اُلجھے جاتی تھی کہ کیوان دخت نے ماہ آفرید کو لا کے افشین کے سامنے کھڑا کر دیا - افشین نے اُسے کھینچ کے اپنے برابر بٹھا لیا اور پوچھا "میری دلربا نازنین تم یہان گھبراتی تو نہین ہو ؟"

ماہ آفرید "مین نہ کسی کی دلربا ہون - نہ دلدار - اور گھبرانے کو جو آپ نے کہا تو یہان مجھے

اور پریشان ہونے کے سوا رکھا ہی کیا ہی؟ ایک گھڑی کو تو میرا دل لگتا نہین۔ مجھے بغیر اپنے آقا حضرت بابک کے کہین چین ہی نہین پڑ سکتا!"

افشین ۔ (ہنس کے) "مطلب یہ کہ چلی ہی جاؤ گی میرے پاس نہ رہو گی!"

ماہ آفرید "ہان مجھے جانے دیجیے تو بڑا احسان ہو گا!"

افشین "اچھا تمھاری یہی خوشی ہے تو چلی جانا!" (شیرین سے) اب سردی بڑھتی جاتی ہے اور انگیٹھی مین کوئلے نہین رہے ہین کسی سے کہو تھوڑے سے کوئلے ڈال کے آگ تیز کر جائے!" شیرین نے کیوان دخت کو آواز دی۔ اور کہا "انگیٹھی مین لا کے کوئلے ڈالو!" کیوان دخت گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اُس کے عوض عالیہ ایک ٹوکری مین کوئلے لیے ہوے آئی اور انگیٹھی مین آگ پر کوئلے ڈال کے پھونک رہی تھی کہ آگ کی روشنی مین اُس کے چہرے پر ماہ آفرید کی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی متحیر ہو کے افشین سے پوچھا "یہ آپ کی لونڈی ہے؟"

افشین "ہان یہ میرے ہی پاس ہے۔ اصل مین یہ قلعۂ شاہی کے حاکم محمد بن مغیث کی لونڈی تھی مین نے اُس سے مانگ لیا ہے!"

محمد بن مغیث کا نام سُنتے ہی ماہ آفرید نے بے اختیار آواز دی "عالیہ!" اور عالیہ نے جیسے ہی جواب مین "جی" کہا بے تحاشا اُٹھ کے دوڑی اُس کے سینے سے لپٹ گئی۔ اور کہا "عالیہ مین تمھین سردار افشین کے پاس دیکھ کے بہت خوش ہوئی۔ مجھے اس دغاباز اور بے رحم موذی کے نام سے نفرت ہے جس نے میرے بھائی کو فریب سے کے مارا۔ مگر تمھاری بڑی احسان مند ہون!"

افشین ۔ (بظاہر سخت متحیر ہو کے) "کیا تم عالیہ کو جانتی ہو؟ انھون نے تم پر کون سا احسان کیا؟"

ماہ آفرید "وہ احسان مین نہ بتاؤن گی۔ بیکار کو آپ اِن کے دشمن ہو جائین گے!"

افشین "بھلا مین اُس کا دشمن ہو سکتا ہون جس سے تم سے دوستی ہو؟ اچھا تم نہین بتاتین تو مین خود عالیہ سے پوچھ لون گا۔ عالیہ بہت نیک اور سچی عورت ہے۔ مجھ سے کسی بات کو نہ چھپائیگی!"

ماہ آفرید "چاہیے وہ خود کہہ دین۔ انھین اختیار ہے۔ مگر مین اپنی زبان سے نہین کہہ سکتی!"

عالیہ "حضور سچ تو یہ ہے کہ یہ بات آپ پر ظاہر کرنے کی نہین ہے۔ مگر آپ کو اصرار ہے تو مین عرض کیے دیتی ہون۔ محمد بن مغیث نے جب عصمت اور اُس کے ساتھی سردارون کو فریب سے دعوت مین بُلا کے قتل کیا ہے تو اُس وقت مین وہان موجود تھی۔ اور اِن کے بھائی خورزاد کو مین ہی شراب کے جام

پھر پھر کے دے رہی تھی۔ اس کے بعد جب وہ گرفتار کیے گئے تو انھون نے مجھ سے کہا کہ مجھ پر جو کچھ گذرے وہ تم خود قلعۂ بذ مین جا کے میری بہن ماہ آفرید سے بیان کر دینا۔ اُن کے اس کہنے کا میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ چند روز بعد جیسے ہی موقع ملا قلعۂ شاہی سے بھاگ کے بذ مین آئی اور اِن سے ملی۔ اِن کے بھائی کا پیام پہونچایا۔ اور تھوڑے دنون اِن کی مہمان رہ کے چلی آئی۔ اُس کے بعد بذ سے بھاگ کے آپ کے پاس آئی تو آپ نے مہربانی سے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور محمد بن منیث کو لکھ کے مجھے اُن سے مانگ لیا۔“

افشین ”تم نے یہ پہلے نہ بتایا ورنہ مین تمھین پھر بذ مین ان کے پاس بھیجتا۔ اور تمھارے ذریعے سے کوشش کرتا کہ یہ میری طرف سے اپنا دل صاف کر لین۔“

ماہ آفرید ”یہ تو قیامت تک نہ ہوگا میرے آقا سے دشمنی کیجیے اور مین آپ سے دل صاف کرون! ممکن نہین!“

افشین ”تو اچھا ایک کام کرو۔ ان کو پھر اپنے ساتھ بذ مین لیجاؤ۔ یہ تمھاری خادمہ بن کے وہان رہین گی۔ ایک طرف مجھے تمھارے حالات سے اطلاع دیتی رہین گی۔ اور دوسری طرف تم سے میری سفارش کرتی رہین گی۔ شاید اس تدبیر سے تمھارے دل مین میرا کچھ خیال پیدا ہو جائے۔“

ماہ آفرید ”واہ! اچھی کہی۔ مین اپنے ساتھ آپ کے ایک جاسوس کو خود ہی لگا لیجاؤن! یہ کیسے ممکن ہے؟“

عالیہ ”بہن۔ تمھارا خیال ہے کہ مین تمھاری جاسوسی کرون گی؟“

ماہ آفرید ”بہن مجھے تم پر بدگمانی نہین ہے۔ مگر اِن کی بھیجی ہوئی لیجاؤ گی تو اندیشہ ہوا ہی چاہیے۔“

افشین ”اللہ ری بدگمانی۔ میری جو سے اپنے دوستون کا بھی اعتبار نہین! عالیہ بیچاری تو جاسوسی یا ادھر کی اُدھر لگانا جانتی ہی نہین۔ ہان جب موقع ملے گا تمھاری خیریت کی البتہ مجھے خبر کر دیا کرے گی۔ دوسرے وہان یہ تمھاری حفاظت کیا کرے گی۔“

ماہ آفرید (تعجب سے) ”وہان یہ میری حفاظت کیسے کرین گی؟“

افشین ”اس وقت تم کو یقین نہ آئے گا۔ مگر مین سچ کہتا ہون کہ عنقریب قلعۂ بذ کو ہمارے سپاہی فتح کر لین گے۔ اور جس وقت جوش مین بھرے ہوے فوجی لوگ اور مجاہدین شہر مین گھسین گے اُس وقت وہان تمام زن و مرد کی جانین خطرے مین ہون گی۔ ممکن ہے تم کو بھی کسی کے ہاتھ سے آزار پہونچ جائے۔ لیکن اگر عالیہ وہان موجود ہون گی۔ تو تمھاری کسی قسم کا

اندیشہ ہوگا۔ ہماری فوج کے اکثر سپاہی اور تقریباً تمام سرداران کو پہچانتے ہین۔ ان کی صورت دیکھتے ہی ہر مسلمان تمھارا دوست بلکہ فرمانبردار بن جائیگا۔"

ماہ آفرید "اور کیا یہ ممکن نہین ہو کہ یہ مجھے گرفتار کرادین؟"

افشین "مجھے تم کو گرفتار کرنا ہوتا تو مین تمھین جانے ہی کیون دیتا؟ اس وقت تم میرے اختیار مین ہو۔ اور تمھارا کوئی زور مجھ پر نہین چل سکتا۔ اسی وقت جو مین چھوڑے دیتا ہون تو پھر گرفتار کرنے سے مجھے کیا مل جائیگا؟"

ماہ آفرید۔ (عالیہ سے) "اچھا بہن تم وعدہ کرتی ہو کہ مجھسے غابازی نہ کروگی؟"

عالیہ "مین نے پہلے کون سی غابازی کی تھی جو اب کرون گی؟ مگر نہین تم کو مجھ پر بھروسہ نہین ہے تو مجھے نہ لیجاؤ۔"

افشین "تم نہین تو مین کسی اور عورت کو ان کے ساتھ کرون گا۔ یہ تو مین نے دل مین ٹھان لی ہو کہ انھین تنہا نہ جانے دون گا۔ پہلے یہ گئین تو آج تک مجھے خبر نہ کی کہ کہان ہین اور کیا کر رہی ہین۔ حالانکہ مین نے رخصت کرتے وقت تاکید کر دی تھی کہ کبھی کبھی ملتی ضرور رہنا۔ مگر انھون نے پروا نہ کی۔ اب کی جب تک ایسا کوئی انتظام نہو جائے مین انھین یہان سے جانے ہی نہ دون گا۔"

ماہ آفرید "اب آپ نہین مانتے تو خیر مین عالیہ ہی کو ساتھ لیجاؤن گی کسی اور کو مین اپنے ساتھ نہین لیجا سکتی۔"

عالیہ "نہین تو اب مین نہ جاؤن گی۔ (افشین سے) حضور مجھے اس کام سے معاف رکھین۔ کیوان دخت کو بھیج دین وہ ان کی ہم سن ہین۔ اُن کا ان کا خوب نباہ ہوگا۔"

ماہ آفرید "نہین مین تمھارے سوا کسی کو نہ لیجاؤن گی۔ (عالیہ کے سینے سے لپٹ کے) بہن میرا قصور معاف کرو۔ مجھے تمھارا اعتبار نہو گا تو کس کا ہوگا؟ تمھاری تو مین بڑی احسان مند ہون۔ اور جی چاہتا ہو کہ ہمیشہ تمھارا ساتھ رہے۔ تمھاری صورت دیکھ کے مجھے مرحوم بھائی خورزاد یاد آجاتے ہین۔ مگر کیا کرون۔ یہ زمانہ ایسا نازک ہو کہ انسان اپنے سائے سے بھی بھڑکتا ہو۔"

عالیہ "اسی لیے تو کہتی ہون کہ مجھے اپنے ساتھ نہ لیچلو۔"

ماہ آفرید "نہین۔ اب تو تمھین چلنا ہوگا۔ مین وہان تم کو حضرت بابک سے ملاؤن گی دیکھنا کہ اُن مین خدائی کی شان ہے یا نہین۔ اور اگر تم اُن پر ایمان لے آئین تو پھر کیا ہے ہم دونون

سگی بہنین بن جائین گے ۔ اور یہ جو تمھارے آقا افشین کہتے ہین کہ ہمارے شہر کو فتح کر لین گے یہ کسی طرح ممکن ہی نہین ہے ۔ یہ حضرت بابک اور اُن کی قوت کو جانتے نہین ہین ۔ اُن کے مقابلے مین لڑا لڑا کے اپنا سارا لشکر ہلاک کرا دین گے اور ممکن نہین کہ کچھ بھی زور چل سکے ۔ پھر جب تجھے اس کا یقین ہے تو تجھے مسلمان سپاہیون سے ڈرنے کی کیا وجہ ؟ بہن مین تمھین اپنا ہمدم بنانے کو لیے چلتی ہون ۔ نہ اس لیے کہ وہان میری حفاظت کرو ۔ وہان تو مین تمھاری حفاظت کرون گی ۔ (افشین سے) خیر اب تو آپ کے کہنے کے مطابق مین انھین اپنے ساتھ لیجانے کو موجود ہون ۔ پھر اب کس بات کا انتظار ہے ؟ مجھے بذ مین بھجوا دیجیے ۔"

افشین " اِس وقت رات کو تو بہت دشوار ہے صبح کو بھجوا دون گا ۔"

ماہ آفرید " جی نہین بھجوانا ہے تو اسی وقت رخصت کیجیے ۔ دن کو فوجون کے درمیان مین سے ہو کے جانا زیادہ مشکل ہو گا ۔"

افشین " اچھا مین اسی وقت انتظام کیے دیتا ہون ۔" یہ کہتے ہی اُس نے خیمے کے دروازے پر جا کے پہرے کے سپاہیون کو بُلایا ۔ اور اُن مین سے دو کو حکم دیا کہ ایک مشعلچی اور چار خچر حاضر کر دو ۔ خچرون پر تم خود سوار ہو ۔ اور دو پر دو عورتون کو سوار کراؤ ۔ جو میرے یہان موجود ہین ۔ اور اُن کو اسی وقت حفاظت سے لے جا کے بذ کی فصیل تک پہونچا آؤ ۔ خرمی لوگ ان عورتون کو جانتے ہین لے لین گے ۔ اور تم اُن کے سپرد کر کے چلے آنا ۔"

سپاہی " بہت خوب ۔" کہہ کے گئے ۔ مشعلچی اور خچر لے کے آ گئے ۔ اور آدھی رات نہین گذرنے پائی تھی کہ ماہ آفرید اور عالیہ کو لیجا کے بذ کی فصیل کے نیچے کھڑا کر دیا ۔ ماہ آفرید کی آواز سنتے ہی خرمیون نے اُس کے حکم کے مطابق فصیل کے اوپر سے دو ٹوکریان لٹکائین اور جب دونون عورتین اُن پر بیٹھ لین تو انھین اوپر کھینچ لیا ۔ اور مسلمان سپاہی اور مشعلچی خچرون کو اپنے پڑاؤ مین واپس لا لئے ۔

آٹھوان باب

شہر بذ فتح ہو گیا

اِن واقعات کو دو جمعے گذر گئے ۔ اور افشین چپکے چپکے حملے کے انتظامات کر رہا تھا ۔ ایک دن

رات کو اُس نے کمال خاموشی کے ساتھ اور بغیر اس کے کہ اپنی فوج مین بھی کسی کو خبر ہو
اپنی فوج کے ایک ہزار تیر افگنون کو فوج مین سے جدا کر کے انھین تیر سے اور پھریرین دین جو
تہ کی ہوئی تیرون مین بندھی تھین - اور اُن پر آویزان نہین کی گئی تھین - پھر کئی رہبر
اُن کے ساتھ کیے اور حکم دیا کہ راتون رات یہان سے روانہ ہو - اور غیر متعارف رستون
اور دشوار گذار گھاٹیون سے گذر کے شہر بذ کے اُس پار نکل جاؤ - اور اس اُونچی پہاڑی
پر جا کے ٹھہرو جس کے نیچے آذین مع اپنی فوج کے کمین گاہ مین بیٹھتا ہے - مگر اس طرح چھپ کے
بیٹھنا کہ کسی کو تمھارے وہان ہونے کی خبر نہ ہو - یہ کہہ کے ستو - بسکٹ اور پانی کے مشکیزے
اُن کے ساتھ بندھوا دیے اور کہا صبح کی نماز کے بعد جب دیکھنا کہ میری فوج کے جھنڈے بلند
ہین - اور لڑائی چھڑ گئی - تم فوراً پھریرین کھول کے نیزون پر چڑھانا اور طبل بجاتے اور تیر افگنی
کرتے ہوئے پہاڑ سے اُترنا - اور آذین کے حریفون کو اپنے تیرون اور پتھرون کا نشانہ بنانا یاد
رہے کہ جب تک میرے جھنڈون کو اپنی جگہ سے حرکت کرتے نہ دیکھنا تم اپنی کمین گاہ سے نہ نکلنا -
یہ سمجھا بجھا کے افشین خود جا کے تیر اندازون کو اپنے جدید قلعے کے دروازے کے باہر تک پہنچا آیا -
اس کارروائی کے بعد رات ہی کو اُس نے ساری فوج کو اطلاع دے دی کہ صبح تڑکے
حملہ ہو گا - تھوڑی رات باقی تھی کہ بشیر ترکی اور فرغانہ کے سرگرون کو بلا کے حکم دیا کہ تم اسی وقت
روانہ ہو جاؤ - علی بن فضل کو بُلا کے ان نامور بہادران فرغانہ کی سرداری پر مقرر کیا اور اُس سے
کہا آپ غالباً اُس روز وہ مقام دیکھا تھا جہان سے بابک کی کمین کی فوج نکلی تھی وہ شہر بذ
کے عقب مین اُس بلند پہاڑ کے نیچے ہے جو کوہ ہنجار اخذاہ کے پاس ہے - اس لیے آپ چپکے سے جا کے
اُسی پہاڑ کے نیچے کسی ایسے مخفی مقام مین ٹھہر جائین جہان سے آذین کا لشکر کمین گاہ سے نکلا کرتا ہے"
یہ لوگ بھی روانہ ہو گئے - اور فوج مین کسی کو خبر نہ ہوئی -

اب تڑکا ہوا - تمام سپاہیون اور افشین نے اول وقت مین صبح کی نماز پڑھی سلام پھیرتے ہی
سب لوگ ہتھیار لگا کے تیار ہو گئے - اور اس کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے افشین طبل بجواتا ہوا قلعے سے
نکل کے اُس ٹیلے پر آیا جہان لڑائی کے وقت ٹھہرا کرتا تھا - وہان پہنچتے ہی جعفر خیاط اور ابو سعید کو
حکم دیا کہ اپنے اپنے لشکرون کے ساتھ جا کے کوہ ہنجار اخذاہ کے دامن مین ٹھہرو - احمد بن عقیل کو
روانہ کیا کہ اُس راستے پر جا کے ٹھہرو جدھر سے آذین اپنی فوج کے ساتھ گذر کے حملہ آوران
جنگ کے عقب مین آ جایا کرتا ہے -

ان کے علاوہ اور بہت سے سرداروں اور مجاہدین نے اُس کی ہدایت کے مطابق مختلف مقاموں میں جا کے قیام کیا۔ اور سب کو حکم تھا کہ جیسے ہی افشین کے علم کو حرکت ہو سب تیر باری کرتے ہوئے اپنے مقررہ مقامات سے بڑھیں۔ اب بذ کے گرد اگرد لشکر اسلام پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً چار زبردست لشکر شہر کے چاروں پہلوؤں پر تھے۔

طلوع آفتاب کے ساتھ ہی طبل جنگ بجا۔ اور ہر لشکر بذ کی جانب تیر اندازی کرتا ہوا بڑھا بذ ہر جانب سے گھرا ہوا تھا۔ اور ہر طرف سے اُس پر دھاوا ہو رہا تھا۔ پھاٹک کے پاس جعفر تھا اُسکے برابر ابو سعید تھا۔ اُس کے برابر مجاہدین تھے۔ اور یہ سب تیزی کے ساتھ فصیل سے قریب ہوتے جاتے تھے۔

ناگہاں بذ کے عقب میں گھاٹی کے نیچے سے شور و غل کی آواز بلند ہوئی۔ اور معلوم ہوا کہ اُدھر سخت لڑائی ہو رہی ہے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ بابک کے کمین والے خرمی جو آذین کے زیر علم تھے بشیر ترکی کی فوج اور بہادران فرغانہ پر حملہ آور ہوئے۔ غل سن کے دیگر سرداران عساکر خلافت نے ارادہ کیا کہ اُدھر ہی کا رخ کریں۔ مگر افشین نے اپنے جھنڈے کے اشارے سے سب کو روکا۔ اور جا بجا فوجوں میں کہلوا دیا کہ گھبراؤ نہیں۔ ہمارے سردار بشیر نے کمین گاہ میں بیٹھنے والے خرمیوں کو پا لیا ہے۔ وہ اُن کی بخوبی سرکوبی کر لیں گے۔ تم سب اپنی جگہ پر قائم رہو۔ اور اپنا اپنا کام کرو۔

کمین گاہ والے خرمیوں کو بشیر ترکی کی فوج سے مغلوب ہوتے دیکھ کے اور بہت سے خرمی شہر سے نکل کے اُن کی کمک پر جا پہنچے۔ اور اس زور و شور سے بشیر اور فرغانہ والوں پر یورش کی کہ قریب تھا بشیر کے سپاہیوں کو شکست ہو جائے۔ ناگہاں پہاڑ کی بلندی پر طبل جنگ بجا جہاں ہزارہا عباسی پرچمیں ہوا میں اُڑتی دکھائی دیں۔ اور مسلمان پھیکر اوپر سے تیر برساتے اور بڑے بڑے پتھر لڑھکاتے نظر آئے۔ جو اس جانستان کام کے ساتھ نیچے اُترتے آتے تھے۔ آذین نے اس بلائے آسمانی کو سر پر دیکھا تو گھبرا کے اپنی کچھ فوج اُن لوگوں کے روکنے کو روانہ کی۔ یہ لشکر اس کے ہمراہیوں میں سے نکل کے جیسے ہی اوپر کی طرف چلا۔ ادھر سے جعفر خیاط نے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور بشیر اور جعفر نے مل کے اُس پر ایسا سخت دباؤ ڈالا کہ وہ گھبرا کے اپنے پیچھے پہاڑ کی گھاٹی میں اُتر گیا۔ اُسے اُس جانب اترتے دیکھ کے ابو سعید نے جو وہاں سے قریب ہی تھا حملہ کر دیا۔

ابوسعید کے ہمراہی زور وشور سے حملہ کرکے بڑھے تو ناگہاں کیا دیکھتے ہیں کہ دشمنوں نے ایک جگہ راستے میں گڑھے کھود رکھے ہیں۔ اور انھیں خس پوش کر دیا ہے۔ مسلمان سوار جو وہاں پہونچے تو دھڑا دھڑ گر گر کے ان میں گرنے لگے۔ اور سو پچاس سوار گر کے سخت چوٹ کھا گئے۔ افشین اپنے مقام سے اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ جھنڈی کے اشارے سے ان لوگوں کو بڑھنے سے روکا۔ اور مزدور دوڑا دیے کہ فوراً ان خندقوں کو پاٹ کے راستہ صاف اور برابر کر دیں۔ تقریباً دو ہزار مزدور دوڑ پڑے۔ ایک گھنٹے میں راستہ درست کر دیا۔ اور ابوسعید کے لشکر نے اس پر سے گزر کے آذین پر حملہ کیا جسے گھاٹی سے نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

اتنی دیر میں آذین اپنے ہمراہیوں کو پہاڑ کے ایک پہلو پر چڑھا لے گیا۔ یہاں پتھروں کا ایک پشتہ سا بنا کے اس کی بلندی پر ایک بڑی بھاری چٹان رکھوا دی تاکہ دشمنوں کو آنے سے روکتی رہے۔ مگر جب دیکھا کہ ابوسعید کے سوار اور پیدل بڑھتے ہی چلے آتے ہیں تو اس چٹان کو لڑھکا دیا تاکہ بہت سے لوگ اس میں کچل کے رہ جائیں لیکن وہ اس طرح لڑھکتی ہوئی نیچے چلی کہ مسلمان بچ بچا کے ادھر ادھر ہٹ گئے۔ اور کسی کو اس سے ذرا سا بھی صدمہ نہ پہونچا۔ اب اس چٹان کے ہٹ جانے کے بعد چڑھائی کا راستہ بالکل صاف تھا۔ چنانچہ ابوسعید نے زور وشور سے "اللہ اکبر" کہہ کے حملہ کر دیا۔ اور اس کے تمام ہمراہی پہاڑی شیروں کی طرح غراتے ہوئے ہر طرف سے جھپٹ پڑے۔ اور دم بھر میں آذین کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آخر اس نے اور اس کے سارے ہمراہیوں نے ہتھیار رکھ دیے۔ اور مسلمانوں نے سب کو پکڑ کے باندھ لیا۔

اب بابک حد سے زیادہ بدحواس تھا۔ اسے نظر آیا کہ میری تمام تدبیریں اور کل کارروائیاں بیکار ہو گئیں۔ قلعہ اور شہر ہر طرف سے محصور ہے۔ اور مسلمان اندر داخل ہوا ہی چاہتے ہیں۔ [illegible] کی فوجیں جہاں جہاں تھیں وہیں گھر کے اسیر ہو گئیں۔ شہر کے تمام راستوں پر دشمن قابض ہیں۔ اور کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جس سے میں نکل سکوں۔ فوراً اپنے چند رفقا کے ساتھ وہ اس طرف نکلا جدھر خود افشین اپنے ذاتی گارد کو بڑھا رہا تھا۔ کمال بیباکی کے ساتھ افشین کے قریب پہنچا۔ اتنے میں کسی نے افشین سے کہا "یہ خود بابک ہے جو آپ کی طرف آ رہا ہے۔ شاید کچھ کہنا چاہتا ہے۔" افشین آگے بڑھ کے اور قریب گیا۔ اور بابک نے چلا کے کہا "میں امیر المومنین سے امان مانگتا ہوں۔"

افشین "یہ صورت میں نے کئی بار تمہارے سامنے پیش کی مگر تمہارے کفر و طغیان نے تمہیں منظور کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس وقت تمہارا امان مانگنا ایمان یاس ہے جو نہیں قبول ہو سکتا۔"

بابک "تو آپ کے رحم سے مجھے مایوس ہو جانا چاہیے؟"

افشین "بے شک تمھین مجھسے کوئی اُمید نہ رکھنی چاہیے - اب تمھارے لیے فقط یہی صورت ہو کہ بغیر کسی شرط کے ہتھیار رکھدو۔ امیر المومنین کو اختیار ہو کہ تمھین قتل کرین یا تمھاری جان بخشی ہو"

اسی حال مین افشین نے دیکھا کہ ماہ آفرید نے شراب کا ایک جام بابک کے ہاتھ مین دے کے کہا "اے پیارے مظہر یزدان یہ جام پی کے آپ غم غلط کرین" پھر افشین کی طرف دیکھ کے چلائی "کیا میری خاطر سے بھی آپ حضرت بابک کو امان نہ دین گے ؟"

افشین "اچھا - اے بابک مین تیری اس ساقیہ کے طفیل مین تجھے اپنی طرف سے امان دون گا - اور امیر المومنین کی خدمت مین بھی سفارش کردون گا میرا مطلب یہ ہو کہ تو جس وقت امان مانگے گا تجھے امان دی جائے گی"

بابک "تو مین اسی وقت امان مانگتا ہون - لیکن آپ اپنی فوج کو حملے سے روک دیجیے تاکہ مین قصر مین جاؤن اور کل اپنے اہل وعیال کے ساتھ یہان حاضر ہو جاؤن"

افشین "یہ نہین ہو سکتا کل تک کی مہلت نہین دی جا سکتی - آج اور اسی وقت امان مانگو تو ملیگی"

بابک "مجھے اسی وقت امان مانگنا منظور ہے"

افشین "بہتر تو یا خود ہتھیار ڈال کے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو یا اپنے کفیلون کو بھیجو"

بابک "مین کفیل بھیجنے کو موجود ہون - مگر میرے فلان فلان سردار جو کفیل ہو سکتے ہین اُس سامنے کے ٹیلے پر ہین - اور جب تک لڑائی نہ رُکے وہ مجھ تک نہین پہونچ سکتے آپ اپنے افسران فوج کو حملے کی روک دینے کا حکم دین تو مین اُن کو بلا کے آپ کے پاس بھیجون"

اس درخواست کو افشین نے منظور کیا اور سوار دوڑائے کہ لڑائی سے ہاتھ روکا جائے - مگر وہ سوار تھوڑی ہی دور جا کے واپس آئے - اور عرض کیا "اب لڑائی کے روکنے کا کوئی نتیجہ نہین - فرغانہ والون کی پیدلین بذ کے اندر داخل ہو چکی ہین اور اُن کے بہادر سپاہی دیوارون پر چڑھ کے اندر اُتر گئے - پھاٹک کھول لیے اور سپہگران اسلام شہر کے اندر داخل ہو رہے ہین"

یہ سنتے ہی افشین نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا - بابک یہ نعرہ سنتے ہی کانپ کے بدحواس بھاگا - اور افشین مع اپنے رفیقون اور سوارون کے حملہ کر کے سید ھا بذ کی طرف چلا - وہ پھاٹک کے اندر داخل ہوتے ہی گھوڑے سے کود کے سجدے مین گر پڑا - پھر سجدۂ شکر سے سر اُٹھا کے بابک کے قصر دین پہ پہونچا - اور اُس کے بُرجون پر سیاہ علم عباسی نصب کرا دیے -

بابک کی آخری تدبیر یہ تھی کہ بذ کے اندر اپنے قلعے مین جو اُس کے قصر دین سے ملا ہوا تو

کے سلسلے مین تھا کچھ سوآدمی چھپا کے بٹھادیے تھے۔ افشین جیسے ہی قصر بابک کے قریب پہونچا اور علی سے مل کے اُسے فتح کرنے اور بذ مین داخل ہونے پر مبارکباد دے رہا تھا کہ اُن لوگون نے یکایک بے تحاشا نکل کے اُن مسلمانون پر حملہ کر دیا جو شہر کے محلون اور بابک کے ایوانون کو لوٹ رہے تھے۔ ان حملہ آورون کو دیکھتے ہی مسلمان سپاہی جو لوٹ مین مصروف تھے افشین کی پہلی ہی آواز پر صف آرا ہو گئے۔ علی نے اپنے بہادران فرغانہ کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کے حملہ کیا اور شہر کے اندر پھر ایک سخت لڑائی شروع ہو گئی۔ جو تقریباً دو گھنٹے تک قائم رہی۔

آخر مسلمانون نے ان اندرونی قلعہ والے تمام خرمیون کو قتل کر ڈالا۔ اور اب شہر لُٹ رہا تھا۔ قصر و ایوان منہدم ہو رہے تھے۔ اور مسلح بابکی مرد بلا استثنا قتل ہو رہے تھے اور عورتین اور لڑکے پکڑ پکڑ کے رسیون مین باندھے جاتے تھے۔

نوان باب

گوہر مُراد اب بھی ہاتھ نہ آیا

افشین نے اندرونی قلعے کے خرمیون کو قتل کرنے کے بعد ارادہ کیا کہ بابک کے تمام محلون اور قصرون کو سُرنگون سے اُڑا کے مسمار و منہدم کر دے۔ اس کارروائی کے شروع ہونے سے پہلے وہ ایک عالیشان قصر کے دروازے پر ٹھیرا۔ اور حکم دیا کہ کوئی عورت جو ان محلون کے حالات سے واقف ہو حاضر کی جائے۔ لوگ ایک سن رسیدہ عورت کو لے آئے جو سر جھکا کے آداب بجا لائی۔ اور کہا "حضور کو فتح مبارک !"

افشین "تم کون ہو؟"

عورت "مین بابک خرمی کے زنانے محلون کی داروغہ جاویدان پرست ہون"

افشین "تم نے یہ اپنا مذہب بتایا۔ یا اپنا نام ہے؟"

عورت "حضور یہی مذہب ہے اور یہی نام ہے"

افشین "کمبخت تم لوگ اپنے ہی ایک انسان کو خدا بناتے اور اُسے پوجتے ہو شرم نہین آتی؟"

جاویدان پرست "آج صبح تک تو اسی پر فخر و ناز تھا مگر اب یہی شرم کی بات ہے۔ بہرحال مین حضور کی لونڈی ہون اور جس مذہب کا حکم ہوگا اُسے اختیار کر لون گی"

افشین: ”تم تو گھر کی داروغہ ہو تمھین معلوم ہوگا کہ بابک کا خزانہ اور اُس کی دولت کہان ہے؟“

جاویدان پرست: ”آج صبح کو جب بابک آپ سے امان مانگنے کو گئے تھے اُس کے بعد وہ جو ہین واپس آ گئے اور جلدی مین جو کچھ روپیہ پیسہ خچرون پر لاد سکے لے کے بھاگ گئے۔ باقی جو کچھ ہے حاضر ہے مین چل کے بتائے دیتی ہون۔“

افشین: ”بھاگ گیا! یہ بڑا غضب ہوا۔ آخر کمبخت کدھر نکل گیا؟ میری فوج تو سارے شہر کو گھیرے ہوئے ہے۔“

جاویدان پرست: ”اُن کے نکل جانے کی نہ پوچھیے۔ اُن مین ایسی قدرت ہے کہ جب اور جدھر سے چاہین نکل جائین۔ اُن کو کوئی پکڑ ہی نہین سکتا۔ ظاہری صورت پر نہ جائیے۔ اصل مین وہ نور ہین۔ نور بھلا کوئی نور کو مٹھی مین پکڑ سکتا ہے؟ لیکن حضور کے محاصرے کا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ اُن کے تمام اہل و عیال۔ بال بچے بیویان اور حرمین سب موجود ہین۔ اُن مین سے ایک بھی نہین بھاگ سکا۔“

افشین: ”تو پہلے مجھے خزانے مین لے چلو۔ اُس کے بعد اُس کے گھر والون کو دیکھون گا۔ میری فوج سارے شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ کوئی نکل کے نہین جا سکتا۔“ یہ کہہ کے افشین جاویدان پرست کے ساتھ بابک کے خزانے مین گیا۔ اور حیرت سے دیکھا کہ سونے چاندی کے برتنون۔ مرصع زیورون۔ ہر قسم کے جواہرات۔ اعلیٰ درجے کے ہتھیارون۔ زرہون۔ اور نفیس سے نفیس پوشاکون۔ اطلس حریر اور کمخواب و زربفت کے تھانون کی کوئی حد و نہایت نہین۔ یہ سامان دولت دیکھ کے افشین کی آنکھین کھل گئین۔ اور بولا: ”خدا جانے کن کن دولت مند تاجرون اور کیسی کیسی حسین پری وش نازنینون کو لوٹ کے، اور قتل کر کے یہ دولت جمع کی گئی ہوگی؟“ پھر جاویدان پرست کی طرف دیکھ کے کہا: ”مگر یہان کہین نقد سرمایہ اور دینار و درہم کا پتہ نہین؟“

جاویدان پرست: ”حضور جتنا نقد روپیہ اور اشرفیان تھین اُن کو حضرت بابک خچرون پر لاد کے اپنے ساتھ لے گئے۔“

افشین: ”مگر اس دولت بے حد کے لیجانے مین اُن کی خدائی قدرت کام نہ آئی؟ خیر اب چلو اُس کے حرم کی عورتون کو دیکھون۔“

جاویدان پرست: ”مگر پہلے حضور اس قصر کو ملاحظہ فرما لین جو اسی خزانے کی عمارت سے ملا ہوا ہے۔ یہ دراصل ایک قید خانہ ہے۔ اور اس مین وہ عورتین اور بچے گرفتار ہین جو زبردستی پکڑ کے لونڈی غلام بنا لیے گئے ہین۔“

افشین: ”بہتر پہلے یہین چلو۔“ یہ کہہ کے اُس عورت کے ساتھ وہ اُس قصر مین داخل ہوا۔ اور اندر قدم رکھتے ہی گھبرا گیا۔ جدھر نظر گئی ہزارون عورتین اور بچے گرفتار ہین بُری حالت مین بلک بلک کے

روتے اور اپنی قسمت پر آہ و فریاد کرتے دکھائی دیے۔ اکثروں کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے نہ رہنے کا انتظام تھا نہ کھانے پینے کا۔ تعفن کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس لیے کہ یہاں نہ کوئی پیخانہ تھا نہ پیشاب کرنے کی جگہ۔ اکثر نجاست میں لتھڑے تھے اور سب سوکھ سوکھ کے کانٹا ہو گئے تھے موت کی دعا مانگتے تھے اور نہ مرتے تھے۔ افشین کی صورت دیکھتے ہی روتے ہوئے دوڑے اور رو رو کے عرض حال کرنے لگے۔ افشین ان مظلوموں کو دیکھ کے آبدیدہ ہو گیا۔ اسی وقت سب کی زنجیریں کھلوائیں۔ ان کے نہلانے دھلانے کپڑے بدلوانے اور کھلانے پلانے کا حکم دیا۔ اور انھیں تسلی دینے کے لیے کہا "خدا نے تمھاری سن لی۔ ظالموں سے تمھارا انتقام لیا گیا اور لیا جا رہا ہے۔ اور بابکی چن چن کے قتل کیے جا رہے ہیں۔" اس کے بعد اس نے ان مظلوم اسیران ستم کو گنوایا تو معلوم ہوا کہ اس قیدخانے میں سات ہزار چھ سو عورتیں اور بچے ہیں۔ اور سب کے سب مسلمان ہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر عربی نژاد اور شرفائے عرب کے اہل و عیال ہیں۔" ان سب کو آزاد کر کے اور ان سب کے رہنے اور انھیں آرام دینے کا کافی انتظام کر کے افشین دل ہی دل میں روتا اور طیش کھاتا ہوا بابک کی حرم سرا کی طرف چلا جس میں اس کی بیویاں اور اس کے لڑکے بالے تھے۔ راستے میں جاویدان پرست کی طرف مخاطب ہو کے بولا "ایسے مردود ظالم کو تم اپنا خدا سمجھتے ہو؟ اس کی بیرحمی و ناخداترسی کا یہ منظر دیکھ کے اب میں نے قسم کھائی ہے کہ جو بابکی ملے گا اسے زندہ نہ چھوڑوں گا تم کافروں سے دنیا جس قدر جلد صاف ہو اسی قدر اچھا ہے۔ اور تم سے بھی کہتا ہوں کہ اس ناپاک مذہب سے توبہ کرو اور اپنا پیشتر کا نام بدلو۔"

جاویدان پرست "میں مسلمان ہونے کو تیار ہوں۔ اور یہ نام حضور کو ناپسند ہو تو اسے بدل کے جو نام آپ فرمائیں اختیار کر لوں۔"

افشین "آج سے تمھارا نام تائب ہے۔"

جاویدان پرست "جو حضور کا حکم ہو۔ میں اب اس گھڑی سے جاویدان پرست نہیں تائب ہوں۔"

اور چونکہ اس نے اب یہی نام اختیار کر لیا ہے، اس لیے ہم بھی آیندہ اسے اسی نام سے یاد کریں گے۔

تھوڑی دیر چل کے افشین بابک کے زنانے محل میں پہونچا۔ خواجہ سرا اور خدام اور مرد جو بابک کے عزیز تھے اور ان میں بابک کا ایک بیٹا بھی تھا۔ استقبال کے طور پر دروازے پر کھڑے ملے جو مارے خوف کے کانپ رہے تھے۔ مگر افشین نے اندر داخل ہونے سے پہلے کئی سوار دوڑا کے علی کو بلوایا۔ اور جیسے وہ آ گیا تو اس سے کہا کہ "اب عہد پورا ہونے کا وقت آ گیا۔" اور اسے لے کے محل کے دروازے کی طرف بڑھا۔ فاتح سپہ سالار کی صورت دیکھتے ہی سب آداب بجا لائے۔ اور اس کے قدموں پر گرنے کو تھے

کہ افشین نے ہاتھ بڑھا کے روکا اور کہا "یہ شرک ہے میں ایسی تنظیم کسی کی نہیں جانتا" یہ کہتا ہوا محل کے اندر گیا اور وہ حسین و پری جمال عورتیں اس کے سامنے آکے کھڑی ہو گئیں جنھیں بابک نے اپنے لیے منتخب کر رکھا تھا۔ ان میں زیادہ تر گرجستان و ارمن کی ماہوش دلربائیں تھیں۔ اور دو چار مجمیہ مہ لقائیں بھی تھیں یہ کئی سو جادو نگاہ نازنینیں تھیں اور انھیں میں ملی ہوئی بابک کی کنیزیں بیٹیاں اور خاص بیویاں تھیں"

افشین نے ان سب کو غور سے دیکھ کے علی سے کہا۔ "ان میں سے آپ کو جو پسند ہوں آپ کی ہیں"

مگر جب علی نے ایک نازنین حسینہ کو بھی نہ لیا تو افشین نے حکم دیا کہ "یہ سب عورتیں مع اُن مردوں کے جو دروازے پر ملے تھے گرفتار کر لی جائیں۔ پھر ان کے ساتھ وہ اسیران ستم بھی جن کو آزادی دی گئی ہے اسی وقت حفاظت سے ہمارے اسلامی لشکرگاہ میں پہونچا دیے جائیں"

افشین یہ سب کارروائیاں کر کے باہر نکلا اور علی سے کہا "افسوس ریحانہ کا پتہ نہیں" پھر اپنی رسہ دار و غنہ محل تائبہ کو پاس بلا کے کہا "مجھے یہاں سب ملے۔ اور بابک کی تمام عورتیں میرے قبضے میں ہو گئیں مگر جن عورتوں کو میں ڈھونڈھتا ہوں اُن کا پتہ نہیں۔ اُن عورتوں کا پتہ لگا دے تو تمھارا بڑا احسان ہوگا۔ اور تم کو تمھارے حوصلے سے زیادہ انعام و اکرام بھی ملے گا"

تائبہ "حضور جن عورتوں کو چاہتے ہوں اُن کا نام اور پتہ بتائیں"

افشین "سب سے پہلے تو مجھے ایک عربیہ لڑکی کی تلاش ہے جس کا نام ریحانہ ہے"

تائبہ "وہی جن کے لیے یہ لڑائی ہوئی ہے اور ہم بدنصیبوں کو یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا؟"

افشین "ہاں ہاں وہی۔ مگر آج کے دن کو بُرا نہ کہو۔ یہ نہایت مبارک دن ہے جو تاریخ میں یادگار رہے گا۔ اور جس دن کفر و الحاد کا نام مٹ گیا"

تائبہ (روز بد کہنے پر قصور معاف کرا کے) "ریحانہ کا حال نہ پوچھیے سنتی ہوں وہ امیر المومنین المعتصم باللہ کی رشتہ دار ہیں۔ بابک خرمی نے اُن کو خاص اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ اور بڑی کوشش کی کہ اُن کو اپنی بیویوں میں شامل کریں مگر اُن بیوی نے کسی طرح نہ مانا۔ اُن کی ہر طرح دلدہی اور تسلی و تشفی کی گئی مگر اُن کے دل پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اُن دنوں اُن کے پھسلانے اور راضی کرنے کے لیے کوئی خاطر و تواضع اٹھا نہیں رہی۔ وہ جس آرام اور جیسے ناز و نعم سے یہاں رکھی جاتی تھیں اس شہر اور شہر کے محل میں کبھی کوئی نہیں رکھا گیا تھا۔ مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہیں۔ یہاں تک کہ یہاں سے بھاگ کے طرخان کے پاس مراغہ میں گئیں۔ یہ گوارا کیا کہ طرخان کی محبوبہ بنیں مگر بابک کی محبت کو

کسی طرح قبول نہ کیا۔

وہاں اُن پر کوئی اور عاشق ہوا جس نے طرخان کو مار ڈالا۔ مگر وہ اُس کے ہاتھ بھی نہ آئیں۔ اور طرخان کے قتل ہوتے ہی مرآغنہ سی بھاگ کے ایک عورت اور چند مردوں کے ہمراہ جن کا حال کوئی نہیں جانتا کہ کون تھے علاقۂ جبل سے گذر رہی تھیں اور قصر شیرین میں ٹھہری ہوئی تھیں کہ بابک کے مؤکل وہاں سے انھیں پھر بذ میں اُٹھا لائے۔"

افشین "وہاں سے انھیں کون لے آیا؟"

تاشیہ "لوگوں میں تو یہ مشہور ہے کہ جن بھی بابک کے تابع فرمان ہیں انھیں نے اُس کا پتہ لگایا اور وہی اُن کے حکم سے اُٹھا لائے۔"

افشین "اور تمھارا بھی یہی خیال ہے؟"

تاشیہ "جی نہیں۔ ہوتا تو میرا بھی یہی خیال۔ مگر مجھے ساری کارروائی معلوم ہے۔ سب کام میرے ہی ہاتھوں سے ہوئے ہیں۔ اس لیے میرا یہ خیال کیوں ہونے لگا تھا؟"

افشین "میں تمھاری سچائی سے بہت خوش ہوا۔ اچھا تو پھر کیا ہوا؟ اور ریحانہ قصر شیرین سے یہاں کیونکر پہونچی؟"

تاشیہ "میں مسلمان ہو گئی ہوں اور اب مجھے بابک کو ماننا نہیں ہے اس لیے بیان کیے دیتی ہوں۔ ورنہ اس راز کا ظاہر کرنا ہمارے اعتقاد میں بہت بڑا گناہ تھا۔ بابک کو غیب دانی اور باطنی تصرف کا دعویٰ ہے۔ اسی غرض کے لیے اُنھوں نے اپنے ہزاروں جاسوس ہر جگہ پھیلا دیے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں اُن کے جاسوس طرح طرح کے بھیسوں میں خاص بغداد کے اندر اور امیر المومنین کے دربار اور محل تک میں موجود ہیں۔ اُن جاسوسوں کی ساری کارروائی خاص میرے اور مجھ سے زیادہ بابک کی محبوبہ ساقیہ ماہ آفرید کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ اور وہی تمام فریب مکر کی کارروائیوں کا اصلی مرکز ہے۔ ریحانہ جب اُس سڑک پر جا رہی تھیں جو عراق عجم سے عراق عرب کو گئی ہے۔ ماہ آفرید کے ایک جاسوس نے اُن کو دیکھ کے پہچان لیا۔ اور دوڑ کے ایک ہی رات میں میرے ذریعے سے بابک کو خبر کی۔ اس لیے کہ ماہ آفرید اُس دن کسی ضرورت سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ بذ میں نہ تھیں۔ بابک نے اس خبر پر بے انتہا خوشی کی اُسی وقت اُس جاسوس کو اپنے شبستان کی صحبت میں بُلوا لیا۔ اور میں اُسے اپنے ساتھ لے گئی۔ بابک نے اُس سے اور مجھ سے تاکید کر دی کہ خبردار اس واقعے کو کسی سے نہ بیان کرنا۔ پھر اُس نے آدمی دوڑا کے ماہ آفرید کو بُلوایا اور چند نہایت ہی ہوشیار جاسوسوں کے ساتھ روانہ کیا۔ یوں بذ کی شاہی اصطبل کے

بہترین تیز دم گھوڑوں پر سوار ہو کے اور اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو سکے کہ کہاں گئی اور کیونکر غائب ہو گئی ماہ آفریدگی اور تیسرے دن ریحانہ اور اس کے ساتھیوں کو پا لیا۔ وہاں سے وہ اور اس کے ساتھی مسافروں کی وضع بنا کے ریحانہ کے پیچھے پیچھے چلے۔ اور موقع ڈھونڈھ رہے تھے کہ کب سب کو غافل پائیں اور اس ننھی چڑیا کو اڑا لائیں۔"

افشین۔ (حیرت زدہ ہو کے) "تمھیں خوب معلوم ہے کہ اس کام پر خود ماہ آفریدگی تھی؟"

تاشیہ۔ "جی ہاں خود میں نے اُن کے لیے سفر کا سامان درست کیا۔ اور یہاں سے آدھی رات کے وقت میں ہی نے اُن کو سوار کرا کے روانہ کیا۔"

افشین۔ "خیر۔ پھر کیا ہوا؟"

تاشیہ۔ "حضور قصر شیرین میں آدھی رات تک ریحانہ اور اُن کے ساتھ والے پھر پھر کے نہر فرہاد وغیرہ کی سیر کرتے رہے۔ اور اس قدر تھک کے سوئے کہ کسی کو ہوش نہ تھا۔ ریحانہ کے ساتھ والوں نے اپنے معمول کے موافق وہاں بھی باری باری جاگ کے پہرہ دینے کا انتظام کیا تھا۔ مگر ایسے تھکے تھے کہ پچھلے کو سب غافل سو گئے۔ ماہ آفریدگی پاؤں اُن کے پاس آدھی رات ہی کو پہونچ گئی تھی جبکہ ریحانہ اور اس کے رفیق سونے کا ارادہ کر رہے تھے۔ وہاں قریب ہی لگی رہی۔ پچھلی رات کو جب اس نے دیکھا کہ سب سو گئے تو چپکے سے اپنے ہمراہیوں کو بلا لیا۔ اور ریحانہ کے قریب جا کے اس کی ناک اُسے سوتے میں ایک لوہے کی چادر پر کر لیا کہ اُسے یا کسی کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ اس کے بعد لوگ اُس آہنی چادر کو مع ریحانہ کے اُٹھا کے بہت ہی احتیاط سے ہاتھوں ہاتھ ایک میل تک لے آئے۔ پھر جھٹ پٹ اُسے ایک گھوڑے کی پیٹھ پر کس کے باندھ دیا۔ اور لے اُڑے۔ راستے میں گھوڑوں کی ڈاک کا انتظام پہلے سے کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا وہاں سے جو چلے تو بھاگا بھاگ گھوڑے بدلتے ہوئے ایک ہی رات میں یہاں آ پہونچے۔ اور صبح کو سب پر ظاہر کیا گیا کہ ریحانہ کو جن اُٹھا لائے جس امر نے لوگوں میں بابک کی عقیدت اور خدائی قوت کے یقین کو اور بڑھا دیا۔"

افشین۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"

تاشیہ۔ "اب کی جو ریحانہ پکڑ کے آئیں تو اُن پر سختیاں ہونے لگیں۔ اُن قیدی عورتوں کے ساتھ رکھی گئیں جن کو آپ دیکھ چکے ہیں۔ پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں کہ پھر بھاگ نہ سکیں۔ لیکن بابک کے دل کو اُن سے کچھ ایسا لگاؤ تھا کہ روز قید خانے میں جا کے گھڑی دو گھڑی اُن کے سامنے بیٹھتے۔ اُن کی صورت دیکھتے اور کہتے "اب بھی میری معشوقہ بن جاؤ تو کل

کر لو تو تمھارے لیے ہر طرح کا عیش موجود ہے معتصم کو ضد ہے کہ تمھاری وجہ سے میری سلطنت اور خدائی کو درہم و برہم کر دیگا - اور مجھے ضد ہے کہ خاندان بنی عباس کی تم سی پری جمال لڑکی کو اپنی بیوی بناؤں گا - مگر زبردستی نہیں راضی کر کے - یوں جبر کرنا ہوتا تو عباسی خاندان کی جتنی لڑکیاں کہو پکڑ منگواؤں - اور یہ نہ سمجھو کہ معتصم تم کو مجھ سے چھین سکے گا - اس قلعے کو بغداد کی ساری رعایا - اور عرب کی ساری قوم چڑھ آئے تو بھی نہیں فتح کر سکتی" باوجود اس کے ریحانہ کی یہ حالت تھی کہ ہر طرح کی سختیاں اُٹھاتیں مگر بابک کا کہنا نہ مانتیں "

افشین :- خدا کا ہزار ہزار شکر کہ اُس معصوم صفت لڑکی کے دل میں نیکی ڈال دی - اور آج تک اُسے ایسے بے حمیت کافر کی دست برد سے بچایا - اُدھر بابک کے ایسے زانی و فاجر کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بغیر راضی کیے زبردستی اُس کی آبرو نہ لے "

تاشیہ :- جی ہاں اس بارے میں ریحانہ تو ایسی پکی ہیں کہ کوئی نہیں ہو سکتا - اسی حالت میں یہ دن آ گیا - اور آج دوپہر کو جب بابک آپ سے امان مانگنے کو گیا ہے اور اُن کے جانے کے بعد آپ کا لشکر بابک کے اندر داخل ہوا ہے تو وہ گھبرائے ہوئے واپس آئے - اور جھٹ جھٹ نقد روپیہ اور اشرفیاں نکال نکال کے خچروں پر لادنے لگے - اسی حال میں ماہ آفرید نے جو امان مانگتے وقت اُن کے ساتھ گئی تھی - موتیوں کا ایک جام بھر کے اُنھیں پیش کیا اور کہا حضور کا ارادہ یہاں سے بھاگنے کا ہو تو مجھے اپنے ساتھ لیتے چلیں - میں آپ پر تصدق ہو جاؤں گی مگر مسلمانوں کی لونڈی نہ بنوں گی " بابک نے کہا بغیر تم کو ساتھ لیے تو میں کہیں جا ہی نہیں سکتا - میری یہ دنیوی زندگی تم سے ہے - تم نہیں تو میں بھی نہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تمھارے علاوہ چند اور عورتوں کو بھی لیتا چلوں - خصوصاً اُس عباسیہ شہزادی ریحانہ کو تو ہرگز یہاں نہ چھوڑوں گا جس کی وجہ سے یہ ساری خرابیاں ہوئی ہیں - ماہ آفرید نے کہا تو جس جس کو آپ حکم دیں میں لے آؤں - بابک نے کہا مگر جو کچھ ہو جھٹ پٹ ہو - ظالم پہونچ ہی میرے قصر تک پہونچا ہی چاہتے ہیں - ابھی قصر کے پانچ چھ سو خرمی اُنھیں روکے ہوئے ہیں - مگر کب تک ؟"

افشین :- غالباً یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب محل کے اندر والے خرمی ہم سے لڑ رہے تھے ؟"

تاشیہ :- جی ہاں - الغرض ماہ آفرید نے اُن سب عورتوں کا نام دریافت کیا جنھیں لانا تھا - پھر دوڑتی ہوئی گئی - دو قدم پر جا کے اپنی ساتھ والی ایک عورت کو بھیجا کہ ریحانہ کو زنجیریں کھول کے جلد ہی لے آؤ - اور خود محل میں جا کے بابک کی دو خاص بیویوں اور دو خوبصورت حرموں کو لے آئی - اب ریحانہ کا انتظار تھا مگر وہ کسی طرح نہ آ چکی تھی - اتنے میں آپ کا علم سامنے دکھائی دیا اور

بابک اُن سب لوگون کو جو جمع ہو چکے تھے لے کے قید خانے کی طرف چلا۔ وہان دیکھا تو وہ عورت جو ریحانہ کے لانے کو گئی تھی اور ریحانہ دونون غائب تھین۔ اب بابک گھبرا کے ایک چھوٹے سے مکان مین جو اُس کے قصر کے پچھواڑے ہی چھپ رہا۔ اس لیے کہ اُسی مکان مین سے باہر جانے کی سُرنگ ہے۔ اور ماہ آفرید چارون طرف دوڑ دوڑ کے ریحانہ کی اور اُس دوسری عورت کو ڈھونڈھنے لگی۔ اتفاقاً ایک گلی مین دونون مل گئین جو کوشش کر رہی تھین کہ آپ کے لشکر تک پہونچ جائین۔ ماہ آفرید نے دو زخمی خرمیون کی مدد سے جو اتفاقاً وہان مل گئے دونون کو گرفتار کر لیا اور کھینچتی ہوئی اُس مکان مین لے آئی جس مین بابک تھا۔ ان کے پہونچتے ہی بابک ان سب کو لے کے اُس سُرنگ کے راستے سے بھاگ گیا۔

یہ واقعات سُن کے علی بن فضل بے اختیاری کے ساتھ کہہ اُٹھا "مجھے پہلے سے خیال تھا کہ ماہ آفرید دھوکا دے گی۔ مگر آپ اُس کے فریب مین آ گئے۔"

افشین "بیشک۔ مجھے بڑا دھوکا ہوا۔ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔ ریحانہ نہ ملی تو یہ فتح اور کامیابی بالکل بیکار ہے۔ اور قیامت تو یہ ہے کہ عالیہ بھی چلی گئین۔ خدا جانے اُن کا کیا حشر ہوا۔ اور امیر المومنین اُن کے نہ ملنے سے خدا جانے مجھ پر کیا کیا بدگمانیان کرین گے۔ افسوس مین منزل مقصود تک پہونچا مگر گوہر مراد ہاتھ نہ آیا۔ اب افشین نے تائبہ کے ساتھ جا کے اُس سُرنگ والے مکان کو دیکھا اُس پر زبردست پہرہ مقرر کر دیا۔ پھر محلون اور قلعون کے مسمار کرنے کا حکم دیا دے دیا۔ چنانچہ ایک طرف تو قصرون مین سُرنگین اُڑنے لگین اور دوسری طرف خرمیون کا قتل عام ہو رہا تھا۔ یہان تک کہ شام تک بذ مین نہ کوئی عالی شان قصر باقی تھا اور نہ کسی جگہ کسی خرمی کا پتہ تھا۔ شام ہوتے ہی افشین جا بجا تھوڑی تھوڑی فوج کو حراست پر چھوڑ کے اپنے قلعے اور پڑاؤ مین واپس گیا۔ اور تائبہ کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔

دسوان باب

بابک سے مراسلت

دوسرے دن افشین پھر بذ مین گیا تو سُنا کہ آدھی رات کو بابک ناگہان شہر مین آیا۔ اپنے قصرون اور محلون کو منہدم اپنے خزانے کو لُٹا ہوا۔ اور اپنی عورتون اور اپنی بیٹیون کو غائب دیکھ کے بہت غمگین ہوا۔ اور کہا "اس کا بدلہ ان یہودیون سے ضرور لون گا۔" پھر شہر کے معمولی مکانون

کی تلاشی لے کے کھانے پینے کا جو کچھ سامان ہاتھ آیا لے کے چلتا بنا۔

افشین :- (نہایت طیش سے) "اور جن سپاہیوں کو میں یہاں حراست پر چھوڑ گیا تھا اُنھوں نے کچھ نہ کیا؟"

یہ سُن کے ایک نومسلم خرمی بولا "حضور بابک نے ایسی خاموشی سے یہ کام کیا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ انھیں معلوم تھا کہ آپ کے سپاہی کہاں کہاں ہیں۔ اس لیے اُن سے دور ہی دور رہتے۔ اور رات کے اندھیرے اور سناٹے میں اپنا کام کر لیا۔"

افشین "خیر اب میرا سارا لشکر یہیں آ کے ٹھہرے گا۔ میرا خیال تھا کہ ساری فوج یہاں رہنے سے رعایا کو تکلیف ہوگی مگر معلوم ہوا کہ یہ رعایا اس قابل نہیں ہے کہ اس سے ذرا بھی ہمدردی کی جائے" یہ کہتے ہی حکم دیا کہ سارا کیمپ جو اس نے دامن میں قائم کیا ہے وہاں سے اُکھاڑ کے یہاں قائم کیا جائے۔ اور تمام لشکر کچھ بذ کے اندر۔ کچھ باہر پھاٹکوں کے سامنے۔ کچھ فصیل کے باہر کی وادیوں میں اور گرد کے دلچسپ مرغزاروں میں پڑاؤ ڈالے۔"

یہ حکم دے کے اُس نے تاشیہ سے جو ساتھ تھی پوچھا "باہر جانے کی سُرنگ پر تو میں نے زبردست پہرہ مقرر کر دیا تھا پھر بابک کدھر سے آیا؟"

تاشیہ:" حضور کوئی ایک سُرنگ ہے؟ بیسیوں زیرِ زمین راستے ہیں جو ہر محلّے اور ہر حصۂ شہر سے باہر گئے ہیں۔ اُن کو وہ سُرنگ بند ملی ہوگی تو اور کسی سُرنگ سے چلے آئے ہوں گے۔"

یہ سُن کے افشین نے جتنی سُرنگیں اور جتنے زمین کے نیچے کے راستے سُنے اور پتہ لگ سکا سب کو بند کرا دیا۔ اور اِس پر بھی اطمینان نہ ہوا تو اُن پر پہرے مقرر کیے۔ پھر شہر بذ کے اندر ایک چکر لگایا اور حکم دیا کہ فصیل بالکل منہدم کر ڈالی جائے۔ اور سپاہی تمام محلوں میں آگ لگا دیں۔ تاکہ اس کفرستان کا نام و نشان بھی نہ باقی رہے۔

اس کارروائی کے بعد وہ اپنے خیمے میں گیا جو شہر کے باہر پھاٹک کے سامنے والے میدان میں نصب تھا۔ یہاں بیٹھ کے اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ ملوکِ ارمن و گرجستان و والیانِ مراغہ و دیلم کو بہت سے خطوط لکھوا کے اپنے دستخط سے بھیجے جن کا مضمون یہ تھا کہ بابک کے شہر پر قبضہ ہوا۔ اور وہ مع چند عورتوں اور رفیقوں کے بھاگ گیا ہے خصوصاً ایک عباسیہ شاہزادی ریحانہ کو اپنے ساتھ پکڑ لے گیا ہے۔ شاید تمھاری طرف سے اُس کا گزر ہو اس لیے امیر المومنین شہنشاہِ آلِ عباس کی جانب سے تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے علاقے میں تمام راستوں اور مخفی گزرگاہوں کی ناکہ بندی کر دو۔ اور بابک جہاں ملے

فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ اگر یہ خبر لگی کہ تمھارے علاقے سے گذرا یا تمھاری رقبۂ حکومت میں اُس کو پناہ ملی تو امیر المومنین کے قہر و غضب کو یاد کرلو۔ اور سخت سے سخت سزا کے اُمیدوار رہو۔" یہ خطوط تیز رو سواروں کے ذریعے سے بھیجے گئے اور انھیں تاکید کی گئی کہ جب تک پہونچا نہ دیں کہیں دم نہ لیں۔

ان خطوط کو روانہ کرکے افشین نماز ظہر کے لیے وضو کر رہا تھا اور ایک خادمہ پانی ڈال ڈال کے اُسے وضو کرا رہی تھی کہ ایک جاسوس نے آکے خبر دی کہ "بابک ایک قریب کی گھاٹی میں چھپا ہوا ہے۔ اُس گھاٹی سے ایک بڑا بھاری گھنا جنگل شروع ہوا ہے جس میں بڑے بڑے درختوں کے نیچے ہزاروں گھنی جھاڑیاں ہیں۔ اس جنگل کا ایک سرا آذر بائیجان تک چلا گیا ہے اور دوسرا اُسی سے کٹ کے آرمن کے ملک میں جا پہونچا ہے۔ گھوڑے اُس جنگل میں گھس نہیں سکتے۔ اور اگر کوئی اُس میں چھپ رہے تو پتہ لگانا امکان سے باہر ہے اور خرابی یہ ہے کہ اس جنگل میں جا بجا پانی کے چشمے اور ندیاں ہیں جن کی وجہ سے کسی کو پانی کی تنگی بھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ابھی وہ اس جنگل میں آگے نہیں بڑھا ہے۔ قریب ہی اس جنگل کے سلسلے میں ایک گھاٹی ہے جو وادی غیضہ کہلاتی ہے اُسی میں ہے۔" افشین نے فوراً ابو سعید کو چند جفاکش بہادروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اُس جاسوس کو اُس کے ہمراہ کیا اور حکم دیا کہ جس طرح بنے اُس گھاٹی میں گھس کے بابک کو پکڑ لاؤ۔ جو شخص اُسے یا ریحانہ کو لائے گا اُسے دونوں کی بابت جدا جدا انعام ملیگا اور بڑا بھاری انعام میں جداگانہ انعام دوں گا۔ اور امیر المومنین اپنی شان اور اپنے حوصلے کے مطابق دوسرا انعام دیں گے۔ وہ سوار روانہ ہو گئے۔ اور اُن کے جاتے ہی اُس نے مختلف فوجیں بھیج کے اُس وادی کی ناکہ بندی کر دی تاکہ کوئی اُس میں سے نکل کے کسی طرف نہ جا سکے۔ کوہیانوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس وادی میں جانے کے چھوٹے بڑے کل بندرہ راستے ہیں۔ افشین نے ہوشیار افسروں کو کافی فوجوں کے ساتھ روانہ کیا کہ ان سب راستوں پر جا کے ٹھہریں۔ اور کسی کو جنگل میں آنے جانے نہ دیں۔ اور نہ جنگل کے اندر ایک طرف سے دوسری طرف گذرنے دیں۔

اس کارروائی کے بعد وہ زنانے خیمے میں گیا۔ شیریں اُس کی صورت دیکھتے ہی بولی "بابک کے پکڑنے کی تم پوری کوشش کر رہے ہو۔ مگر عالیہ اور ریحانہ کا بھی کہیں پتہ لگا؟"

افشین: "افسوس کہیں نہیں۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ ظالم و بیدین بابک مایوسی میں جھنجھلا کے انھیں مار نہ ڈالے۔ خوبصورت چکور باز کے پنجے میں پھنسا ہے اور چھڑانے کی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔"

شیریں: "مگر تمھاری ساری نیکنامی اور کارگزاری کا دارومدار اسی پر ہے۔"

افشین: "بالکل سچ ہے۔ مگر میں کیا کر سکتا ہوں؟ بڑی خرابی یہ ہے کہ میں سمجھتا تھا ماہ آفرید سے کام

نکلے گا۔ اسی خیال سے اُس پر محبت ظاہر کی۔ اُس کی درشت زبانی برداشت کی جب گرفتار ہو کے آئی خوشی کے ساتھ اُسے بابک کے پاس پہونچا دیا۔ مگر وہ کام نہ آئی۔ دشمنی ہی کی“

شیرین ”اصل میں یہ خود تمھاری غلطی تھی۔ تم آفریدہ پر عشق ظاہر کر کے اُسی تم نے بیباک بنا دیا۔ اور یہ بات اُس کے دل میں جم گئی کہ یہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے“

افشین ”میں تو اُسے ایک بے وقوف سی عورت سمجھتا تھا۔ اور یہ خیال تھا کہ باتوں باتوں میں اُس سے بہت سی باتیں پوچھ لیا کروں گا جو یوں نہیں معلوم ہو سکتیں“

شیرین ”وہ بے وقوف نہیں تم سے زیادہ سیانی ہے۔ وہ بنتی اور تمھیں بناتی ہے“

افشین ”ہاں اب تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ ریحانہ کو قصر شیرین سے وہی بھاگ کے لائی۔ اور مجھ سے اس طرح چھپایا کہ مجھے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اب ملتی تو بتاتا۔ افسوس ہاتھ سے نکل گئی مگر کبھی نہ کبھی ایک دن پکڑ کے آئے ہی گی“ اتنے میں اُس کی خادمہ کیوان وحشت دوڑتی ہوئی آئی۔ اور کہا ”حضور باہر لوگ عالیہ کو کہیں سے اُٹھا کے لائے ہیں جو زخمی اور بیہوش ہیں“

یہ سنتے ہی افشین ”ارے“ کہہ کے اُٹھ کھڑا ہوا اور باہر آ کے دیکھا کہ زخمیوں کے اُٹھانے کے ایک پلنگ پر عالیہ بیہوش پڑی ہوئی ہے۔ پوچھا ”یہ کہاں ملیں؟ اور انھیں کون لایا ہے؟“

جو کوہبان اُن سواروں کے ساتھ تھے جو جنگل میں گھس کر بابک کو پکڑنے کے لیے روانہ کیے گئے تھے اُن میں سے ایک نے بڑھ کے عرض کیا ”حضور میں فوج کے ساتھ جب وادی غیضہ کے قریب پہونچا تو ایک جھاڑی کے اندر یہ پڑی ملیں پہلے مجھے خیال ہوا کہ یہیں کی کسی عورت کو کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہے مگر فوج والوں میں سے ایک نے دور سے ان کو پہچانا اور کہا ”یہ عباسیہ خاتون عالیہ ہیں“ فوراً میں نے چار پہاڑیوں کو بیگار پکڑ لیا۔ اور فوج والوں سے زخمیوں کے اُٹھانے کی یہ چارپائی لے کے اُٹھوا لایا“

افشین ”تم نے بڑا کام کیا تم اور وہ سپاہی جس نے پہچانا دونوں اعلیٰ درجے کے انعام کے مستحق ہیں جو آج ہی ملے گا“ یہ کہہ کے اُس نے پلنگ کو عالیہ کے خیمے میں پہونچا کے اُسے خاص اُس کے پلنگ پر لٹا دیا۔ شیرین اور اُس کی لونڈیوں کو تیمارداری پر مقرر کیا۔ علی کو بلوا کے عالیہ کی یہ حالت دکھائی اور کہا جب تک یہ اچھی نہ ہو جائیں آپ یہیں ٹھہریں۔ پھر اُسی وقت اپنے ہمراہی مسیحی طبیب جرجیس کو بلا کے کہا ”دیکھیے کہ ان کے زخم کیسے ہیں؟ اور ان کے بچنے کی اُمید ہے یا نہیں؟“

جرجیس ۔ (خوب معائنہ کر کے) ”جب تک انسان زندہ ہے بچنے کی اُمید بھی ہے۔ ان کے زخم بظاہر

اتنے کاری تو نہین ہین مگر وقت پر مرہم پٹی نہ ہونے اور کثرت سے خون نکل جانے کے باعث مجھے ان کی حالت نازک معلوم ہوتی ہے۔"

افشین "ان کے اچھا کرنے مین آپ کو اتنا انعام ملے گا جتنا خود میرے اچھا کرنے مین ملتا۔ بلکہ اُس سے زیادہ انعام دون گا۔ جب تک ان کو ہوش نہ آئے آپ یہین ٹھہرین۔" جرجیس نے افشین کے حکم کے مطابق زخمون کو دھو کے اور اُن مین کئی ٹانکے لگا کے مریضہ کو آرام سے لٹا دیا۔ اور سرہانے بیٹھ کے لخلخے سونگھانے اور مفرح شربت اور یخنی وغیرہ تیار کرا کے چمچون سے پلانے لگا۔ پھر افشین سے کہا "دو گھنٹون مین انھین ہوش آ گیا تو جانئے کہ یہ اچھی ہو گئین۔ ورنہ کوئی علاج کارگر نہین ہو سکتا۔"

افشین "آپ کوئی تدبیر اُٹھا نہ رکھین۔ اور موت اور زیست تو خدا کے سوا کسی کے ہاتھ مین نہین ہے۔"

یہ کہہ کے وہ دربار کے خیمے مین گیا۔ اور چند سرداران فوج سے اُن معاملات مین مشورہ لینے لگا جو پیش تھے۔ اتنے مین اُس کے ایک غلام نے آ کے عرض کیا کہ "بابک کا بیٹا اُس کے اعزۂ اقارب عورتین اور سردار جو قید مین گرفتار ہوئے ہین حسب الحکم حاضر ہین۔" افشین نے اپنے زنانے خیمے مین جانے سے پہلے اِن اسیرون کی حاضری کا حکم دیا تھا۔ اس وقت اُن کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اندر بُلوا کے اُنھین اپنے سامنے فرش پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اور جب سب قرینے سے بیٹھ لیے تو بابک کے بیٹے کی طرف دیکھ کے کہا "اگرچہ کوئی اُمید نہین کہ امیر المومنین تم لوگون کی جان بخشی کرین۔ بابک کی اور تم لوگون کی سرکشی سے وہ اس قدر برہم ہین کہ اُن سے کسی رحم کی اُمید مشکل سے کی جا سکتی ہے۔ مگر ایک طرح اُن کی خدمت مین تمھاری جان بخشی کی سفارش کی جا سکتی ہے بلکہ مین اپنی ذمہ داری پر تم سے جان بخشی کا وعدہ بھی کر سکتا ہون۔"

بابک کا بیٹا "جس طرح یہ ہو سکتا ہو آپ ارشاد فرمائین۔ اگر امکان مین ہوا تو ہم دریغ نہ کرین گے۔"

افشین "وہ صورت یہ ہے کہ تم مین سے کوئی میرا خط بابک کو پہونچا دے اور اُس سے جواب لے آئے۔"

یہ سُن کے بابک کے ایک عزیز نے کہا "آپ بابک کے مزاج سے واقف نہین ہین۔ جو کوئی آپ کا خط لے کے جائے گا اُس کی صورت دیکھتے ہی وہ آپے سے باہر ہو جائین گے اور کیا عجب کہ بلا تامل اُسے قتل کر ڈالین۔ بھلا کس کی مجال ہے کہ آپ کا خط اُن کو لیجا کے دے؟ وہ تو صاف صاف کہتے ہین

کہ کسی کو بھی زندہ نہ رہنا چاہیے۔ اور جو غیروں کی اطاعت کرنے کے لیے زندہ رہ جائے وہ بے دین ہے اور ملعون۔"

افشین "میں نے یہ فقط تم پر مہربانی کرنے کے لیے کہا۔ ورنہ مجھے بابک کے ماننے یا نہ ماننے کی پروا نہیں ہے۔ یہ تم جانتے ہو کہ ایک دن وہ گرفتار ہو کے پابزنجیر میرے سامنے لایا جائے گا۔ امیر المومنین کا دشمن ہو کے کوئی دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ اگر تم کو اپنی اور اُس کی جان بچانا ہے تو جاؤ۔ اور نہیں جاتے تو تمھیں اختیار ہے۔ امیر المومنین کو تمھاری گرفتاری کا حال لکھ چکا ہوں۔ جواب کا انتظار ہے جس دن بغداد سے حکم آ گیا اُسی دن تمھارے سر کاٹ لیے جائیں گے۔"

بابک کا بیٹا "آپ کی غالباً یہ خواہش ہو گی کہ وہ امان مانگیں۔ اور آپ کے سامنے حاضر ہو کے ہتھیار ڈال دیں۔ اور اس کو وہ کسی طرح گوارا نہ کریں گے۔ پھر مرا سلت بیکار ہے۔"

افشین "امان کو گوارا نہ کریں گے؟ امان دینے کا وعدہ سُن کے تو وہ خوش ہو گا۔ اور اُس کی جان میں جان آ جائے گی۔ آخر پہاڑوں اور جنگلوں میں کب تک چھپا پھرے گا؟"

یہ الفاظ سُن کے خرمی اسیروں میں دو شخص اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "اچھا حضور عہد کریں کہ اگر ہم بابک کے ہاتھ سے مارے گئے تو آپ ہمارے بال بچوں کے نام ایک معتدبہ وظیفہ جاری کر دیں گے۔ اگر ہماری یہ شرط حضور نے منظور کی تو ہم جان پر کھیل کے چلے جائیں گے۔"

افشین "اس کا میں مضبوط وعدہ کرتا ہوں۔ اسی قدر نہیں۔ امیر المومنین سے منظوری لے کے وظیفہ جاری کر دوں گا۔ اور اپنے پاس سے تم کو اتنا دوں گا کہ دولت مند ہو جاؤ گے۔" یہ کہہ کے افشین نے اپنا خط اُن کو دیا اور کہا "تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔" اور جب وہ جانے لگے تو بابک کے بیٹے نے کہا "ایک میرا خط بھی لیتے جاؤ۔" یہ کہہ کے وہیں قلم دوات اور کاغذ منگوا کے اُس نے اس مضمون کا خط لکھا کہ "اب مسلمانوں سے دوستی کر کے اُن کی اطاعت قبول کر لینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔" یہ قاصد اسی وقت روانہ ہو گئے۔ اور افشین دربار برخاست کر کے عالیہ کی خبر گیری کے لیے اُس خیمے میں گیا۔ اس لیے کہ اُسے عالیہ کی زندگی کی فکر سب باتوں سے زیادہ تھی۔ اس کی اپنی زندگی عالیہ کی زندگی اور ریحانہ کے صحیح و سالم ملنے پر منحصر نظر آتی تھی۔

گیارھوان باب

عالیہ کی سرگذشت

جرجلیس اُسی طرح عالیہ کے ہوش مین لانے کی تدبیرین کر رہا تھا کہ افشین نے بے صبری کے ساتھ دروازے پر سے آواز دی "کہیے کیا حال ہے؟" جرجلیس نے آہستہ سے جواب دیا کہ "مہربانی کرکے یہان زور سے بات نہ کیجیے۔ حالت اُمید افزا ہے۔ اور جو جو وقت گذرتا ہے زندگی کی اُمید قوی ہوتی جاتی ہے۔"

اب افشین اندر جاکے عالیہ کے پلنگ کے برابر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کے چہرے پر غور کرنے لگا۔ اور خوب غور کرکے آہستہ سے جرجلیس کی طرف جھک کے کہا "مجھے تو اتنی ہی دیر مین بڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ تنفس درست ہوتا جاتا ہے اور بمقابل پہلے کی اب مجھے چہرے پر بھی بحالی کی رونق نظر آتی ہے۔"

جرجلیس: "یہ سب درست ہے۔ مگر ابھی اعتبار نہین۔"

اتنے مین عالیہ نے کروٹ بدلنے کا ارادہ کیا۔ اور جرجلیس نے بہت ہی احتیاط سے کروٹ بدلوا دی۔ کروٹ بدلنے مین عالیہ نے یکایک آنکھین کھولین اپنے تیمارداروں کو وحشت ناک نگاہوں سے دیکھا اور پھر بند کر لین۔

افشین: "اب تو مین جانتا ہون کہ یہ ضرور اچھی ہو جائین گی۔"

جرجلیس: "آپ فرمائین مگر مین ابھی نہین کہہ سکتا۔ میرے نزدیک اس وقت تک یہ خطرے سے باہر نہین ہین۔"

افشین: "خیر مین جاتا ہون اپنے خیمے مین ٹھہرون۔ انھین ذرا بھی ہوش آئے تو مجھے فوراً بُلا لیجیے گا۔"

جرجلیس نے وعدہ کیا۔ اور افشین اپنے خیمے مین جو پاس ہی تھا چلا گیا۔ اور وہان بابک کی مخلد ازمائسہ کو بُلا کے اُس سے باتین کرنے لگا۔ ادھر اُدھر کی چند باتون کے بعد اُس سے پوچھا "اب تو تم دل سے مسلمان ہو نہ؟ یہ تو نہین کہ میرے کہنے سے زبردستی اسلام قبول کر لیا ہو؟"

تائسہ: "جی نہین۔ مین صدق دل سے مسلمان ہون۔ اور وعدہ کرتی ہون کہ پھر بابک کے فریب مین نہ آؤنگی۔"

افشین: "اگر سچی مسلمان ہو تو دین کی کچھ خدمت کرو۔"

تائسہ: "جو خدمت فرمائیے بجا لاؤن۔"

افشین "یہ کوشش کرو کہ بابک ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے۔"

تائیہ "مجھے تو خبر ہی نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ جو عورتیں سفروں میں بابک کے ساتھ رہا کرتی تھیں وہ شاید کچھ پتہ لگا بھی سکیں۔ مجھے تو محل کے انتظام کی وجہ سے کبھی باہر جانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ماہ آفرید ہوتی تو آپ کے بڑے کام آتی۔"

افشین "مگر ماہ آفرید کا نام نہ لو۔ وہ بھروسے کے قابل نہیں۔ تم البتہ اپنی متانت و تہذیب کی وجہ سے میرے نزدیک اس قابل ہو کہ تمہاری بات کا یقین اور تمہارے مشورے پر عمل کیا جائے۔"

تائیہ "یہ فقط حضور کی پرورش ہے۔ ورنہ میں کسی قابل نہیں ہوں۔ اور سچ عرض کرتی ہوں کہ بابک کا پتہ یہاں کسی کو نہیں معلوم ہے۔ باوجود اس کے میرے نزدیک کوئی گھبرانے کی بات نہیں۔ آپ کے ہاتھ سے وہ نکل کے جا نہیں سکتے۔ اور جو انتظام ناکہ بندی کا ہوا ہے بہت کافی ہے۔"

افشین "خرابی تو یہ ہے کہ وہ ریحانہ کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اُس بیچاری پر خدا جانے کیا کیا مصیبتیں گذرتی ہوں گی؟ ممکن ہے کہ غصہ میں آ کے بابک اُسے مار ڈالے۔ یا اُس کی آبرو لینے کے درپے ہو جائے۔"

تائیہ "ان باتوں کا اندیشہ تو ضرور ہے۔ مگر میں تو جانتی ہوں کہ بابک کی ایسی جرأت نہ ہو گی۔ وہ ریحانہ کو دل سے چاہتے ہیں۔ اُن کی صورت پر فریفتہ ہیں۔ اور اُن کے حُسن کا اُن کے دل پر کچھ ایسا رعب پڑا ہوا ہے کہ انھیں جبر و تعدّی کی جرأت ہرگز نہ ہو گی۔"

افشین "خدا کرے یہی ہو۔ مگر مجھے اس سے اندیشہ ہو گیا کہ ہماری ایک معزز خاتون عالیہ جو ماہ آفرید کے ساتھ بذ میں گئی تھیں اُس جنگل کی ایک جھاڑی میں زخمی اور بیہوش پڑی ملیں جس میں بابک چھپا ہوا تھا۔"

تائیہ "وہ کون بیوی تھیں جو بذ میں تھیں؟ میں دیکھوں تو شاید پہچان سکوں۔"

افشین "چلو تم کو دکھا لاؤں۔ شاید تم سے اُن کے زخمی ہونے کا کچھ سبب معلوم ہو سکے۔"

یہ کہہ کے افشین تائیہ کو ساتھ لیے ہوئے عالیہ کے خیمے میں گیا۔ جرجیس صورت دیکھتے ہی اُس کو خیمے کے باہر نکال لایا۔ اور خوشی کے لہجے میں کہا "میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ مریضہ کی حالت اب بہت اچھی اور قابل اطمینان ہے۔"

افشین "یعنی اب موت کا اندیشہ نہیں رہا۔"

جرجیس "ہاں اب میں کہہ سکتا ہوں کہ اندیشہ نہیں رہا۔ اور یہ بھی تو بہت کم ہے۔"

افشین "ہوش آیا؟"

جرجیس "جی ہاں آیا۔ اسی وجہ سے تو میرا دل مضبوط ہوا۔ ایک بار انھوں نے آپ کے سامنے آنکھیں کھول کے

بند کرلیں تھیں۔ اُس کے ایک گھڑی بعد پھر آنکھیں کھولیں۔ ایک ایک کی صورت غور سے دیکھی اور بند کرلیں۔ اس کے بعد اور کئی دفعہ یہی ہوا۔ اب کی جو آنکھیں کھولیں تو کچھ دیر تک میری صورت دیکھتے رہنے کے بعد ناتوانی کی آواز میں پوچھا۔ میں کہاں ہوں؟ میں نے کہا اپنے خیمے میں اور اپنے دوستوں میں۔ مگر آپ کو ضعف بہت ہے خاموش لیٹی رہیئے!! اس کا جواب زبان سے نہیں اشارے سے دیا۔ کہ اچھا۔ اُس وقت سے اب تک آنکھیں کھولے ہوئے ہیں۔ اور ہر آنے جانے والے کو منہ پھیر کے دیکھ لیتی ہیں۔"

افشین "اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ گھنٹہ دو گھنٹے میں اُٹھ کے بیٹھ جائیں گی۔"

جبرجلیس "بے شک اُٹھ کے بیٹھ جائیں۔ مگر زخمی بھی تو ہیں۔ اُن کو تندرست ہونے کیلئے کئی ہفتے چاہئیے۔"

افشین "لیکن باتیں تو کرنے لگیں گی؟"

جبرجلیس "باتیں کرنے کے قابل تو آج ہو جائیں گی۔ مگر آپ اُن سے کل باتیں کیجیے گا۔ تاکہ اچھی طرح قوت آجائے۔"

افشین "خیر میں ذرا اندر چل کے دیکھ تو لوں؟ اور تانیہ کی طرف اشارہ کرکے) اس عورت کو بھی ساتھ لیجا کے میں اُن کی صورت دکھانا چاہتا ہوں۔"

جبرجلیس "مگر بات نہ کیجیے گا۔ وہ کچھ پوچھیں بھی تو جواب دو ایک لفظوں سے زیادہ نہ ہو۔"

اب افشین اور تانیہ جبرجلیس کے ساتھ اندر گئے۔ عالیہ آنکھیں کھولے دیکھ رہی تھی۔ ان لوگوں کی آہٹ پاکے نظر افشین کی طرف پھیری۔ اور کئی منٹ تک اُس کی آنکھوں سے ملائے رہنے کے بعد بولی "میں کیسی ہوں؟"

افشین "آپ بہت اچھی ہیں۔" یہ جواب دے کے افشین اپنے خیمے میں واپس گیا۔ اور اطمینان سے بیٹھ کے تانیہ سے پوچھا "تم نے پہچانا؟"

تانیہ "جی ہاں پہچانا۔ ماہ آفرید نے انھیں کو بھیجا تھا کہ ریحانہ کو بابک کے ساتھ جانے کے لیے لے آئیں مگر یہ دیر تک نہ آئیں تو وہ ڈھونڈھنے کو نکلی۔ اور ایک گلی میں دیکھا کہ یہ اور ریحانہ دونوں مسلمانوں کے لشکر کی طرف جا رہی ہیں۔ اتفاقاً وہاں چند خرمی مل گئے جن کی مدد سے اُس نے دونوں کو پکڑ لیا۔ معلوم ہوتا ہے اسی جرم کی سزا میں بابک نے ان بیوی کو اپنے نزدیک مار کے جنگل میں ڈال دیا ہے۔"

اب رات زیادہ آچکی تھی۔ افشین نے تانیہ کو رخصت کیا جو اپنی خوابگاہ کو گئی۔ پھر اُس نے کھانا کھایا۔ اور عشا کی نماز پڑھ کے سو گیا۔

دوسرے دن تڑکے اٹھ کے نماز پڑھی۔ اور سیدھا عائشہ کے خیمے میں گیا۔ جرجلیس نے خیریت بیان کی اور بتایا کہ ابھی وہ سو رہی ہیں۔ پوری نیند لے کے اٹھیں گی تو طبیعت بہت بحال ہوگی۔ یہ سنتے ہی علی بن فضل کو اپنے ساتھ لے کے وہ شہر بذ کے اندر داخل ہوا۔ شہر پناہ کچھ مسمار ہوئی تھی اور بہت سی باقی تھی جو گرائی جا رہی تھی۔ مکانوں میں جا بجا آگ لگی ہوئی تھی۔ بہت سے جل کے خاک ہو گئے تھے۔ اور جو باقی تھے اُن پر شعلے بلند تھے۔

افشین: "یہاں ایک مکان کو بھی باقی نہ رہنا چاہیے۔" پھر حکم دیا کہ شہر کا جو کچھ حصہ بچ گیا ہو آج برباد کیا جائے۔ (علی کی طرف دیکھ کے) "یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی کوئی نشانی بھی دنیا میں باقی رہنے دی جائے۔"

علی: "بیشک یہ لوگ اسی کے سزاوار ہیں۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) آپ نے فتح کر لیا۔ شہر بھر مسمار کر دیا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں خرمی قتل کیے۔ بہت سی خوبصورت اور طرحدار لونڈیاں پائیں۔ مگر وہ گوہر نایاب نہ ہاتھ آیا جس کے لیے یہ سب پاپڑ بیلے گئے ہیں۔ جب سے کہ بابک ریحانہ کو اپنے ساتھ لیتا گیا۔ مارے غیرت کے جی چاہتا ہے خودکشی کر لوں۔"

افشین: "خودکشی تو مجھے کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ میرے ذمے یہ خدمت کی گئی تھی کہ انھیں بابک کے پنجۂ ستم سے چھڑا کے لے آؤں۔ اور سچ یہ ہے کہ جب تک وہ نہ ملیں میں امیر المومنین کو صورت نہیں دکھا سکتا۔"

علی: "آپ کو بس فقط امیر المومنین کا ڈر ہے۔ آپ کی اعلیٰ کارگزاریاں سن کے اس فروگذاشت کو یقیناً معاف کر دیں گے۔ اور خلعت فتح و نصرت عطا ہوگا۔ مگر میں کیا کروں؟ ریحانہ میری دنیا ہے میری زندگی ہے۔ اور میری یہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ میری ہی بدولت ہے میں اس کا ہی ہوں۔ اور بغیر اس کے زندگی مجھے عذاب ہے۔"

افشین: "تو یہ کہیے کہ وہ آپ ہی کی ہونے والی بیوی ہیں۔ اور آپ ان کے عاشق جانباز ہیں۔"

علی: "جی ہاں وہ میری پھوپھی کی بیٹی ہیں اور بچپن ہی سے منگنی ہوئی۔ ترکستان سے ہمارے بزرگ یہی تجویز کر کے چلے کہ بغداد میں پہنچ کے ہم دونوں کی شادی کر دیں گے۔"

افشین: "اور غالباً آپ ہی کے شوق میں وہ بھی کسی اور کا خیال نہیں کرتیں۔"

علی: "کسی کا خیال؟ وہ اپنے سینے میں کسی کا ہاتھ رکھنا تو انگلی لگانے دیتی ہی نہیں۔"

افشین: "تو واقعی بابک کے ہاتھ میں ان کا گرفتار ہو جانا قیامت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ظالم ان کی عصمت پر حملہ کرے۔"

علی "مجھے بھی یہی اندیشہ ہے اور بابک ضرور ایسی جرأت کریگا۔ لیکن آپ جانتے ہیں اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ میری پیاری ریحانہ اپنی جان سے دے دینگی۔ مجھے ان کے بے عصمت ہونے کا اندیشہ نہیں اس لیے کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں اس بات کو ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو وہ تنگ آکے اپنی جان دیدیں اور میں خودکشی پر مجبور ہو جاؤں۔"

افشین "بے شک آپ گھبراتے ہوں گے۔ اسی خیال سے میں نے بابک خرمی کی تمام حرکتوں کو آپ کے سامنے پیش کر دیا تھا مگر آپ نے ادھر توجہ نہ کی۔"

علی "ریحانہ کے سوا میں کسی کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ کیا آپ نے سنا نہیں۔ ع خوبرو آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا۔"

افشین "تو ایک کام کیجیے میں کوہپایوں کو بلاتا ہوں۔ آپ تھوڑا سا لشکر لے کے ان کوہپایوں کے جمہوادی غیضہ میں چلے جائیں جہاں بابک چھپا ہوا ہے۔ اور ریحانہ کی جستجو کے شوق میں ایسی مستعدی سے کام لیں کہ بابک کو کسی اور طرف بھاگنے کا موقع نہ ملے۔ اس مشغلہ میں آپ لگے رہیں گے تو یہ خوفناک خیالات دل میں نہ پیدا ہوں گے جو یہاں بیکار پڑے رہنے سے بار بار ستاتے اور مایوس کرتے ہیں۔"

علی "میں تو بڑے شوق سے اس کام کو انجام دوں گا۔ ذرا خیال کیجیے عالیہ کہ صاحب فراش ہو گئی ہے۔ مگر اب وہ اچھی ہیں۔ آپ کی بیوی شیریں جو حاذق طبیب اور سب سے زیادہ خود آپ بڑی توجہ اور ہمدردی سے ان کا علاج کر رہی ہیں۔ میں ہوں گا تو اس سے زیادہ نہ کر لوں گا۔ بسم اللہ آپ جا کے کوہپایوں کو بلا لیجیے۔ اور جو فوج مجھے دینی ہو میرے حوالے کیجیے۔"

افشین "آپ کی ہمراہی کے لیے برادران فرغانہ سے زیادہ کوئی فوج موزوں نہیں ہے۔"

علی "تو انھیں تیاری کا حکم دیجیے جب تک چلیے بھی بیگم کو دیکھ لیں۔ اب وہ بیدار ہوں گی شاید ان سے ریحانہ کا کچھ حال معلوم ہو جائے۔ اگرچہ جہاد خصوصاً بابک کی سرکوبی کے لیے میں ہر وقت تیار ہوں۔ مگر جی چاہتا تھا کہ پہلے ان کا بیان سن لیتا پھر اس کے بعد روانہ ہوتا۔"

افشین "ہاں آپ صحیح کہتے ہیں۔ اس ارادے میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں۔"

اب دونوں فوراً اٹھ کے بہ عجلت تمام کھڑے ہو گئے اور روانہ ہو کے عالیہ کے خیمے میں آئے۔ اور دیکھا کہ وہ جاگتی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ شیریں سے کچھ باتیں کر رہی ہیں۔ علی اور افشین کے پہنچتے ہی عالیہ نے منہ پھیر کے انھیں دیکھا اور مسکرائی۔ علی نے پوچھا "پیاری بہن! اب مزاج کیسا ہے؟"

عالیہ "زندہ ہوں اور اچھی ہوں۔" پھر اس نے افشین کی طرف دیکھ کے پوچھا "میں یہاں کیونکر

افشین:۔ "آپ کو یہ یاد ہے کہ آپ کہاں تھیں؟"

عالیہ:۔ "خوب اچھی طرح یاد ہے۔ سب باتیں میری نظر کے سامنے ہیں۔ ایک گھنے جنگل میں مار کے ڈال دی گئی تھی۔ خون بہہ بہہ کے نکلتا جاتا تھا۔ انتظار کر رہی تھی کہ کوئی درندہ آ کے پھاڑ ڈالے گا۔ اور قیامت کو میرا حشر بلوں وحوش اور جو اصل طیور (وحشی درندوں کی پیٹیوں اور مردار خوار طیور کے پوٹوں) سے ہوگا۔ اسی انتظار میں آنکھیں بند ہوگئیں تو یہاں آ کے کھلیں۔ اور حیران ہوں کہ وہاں سے یہاں مجھے کون اٹھا لایا؟"

علی:۔ "پھوپھی جان۔ آپ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنا حال بیان کریں۔ میرے نزدیک آپ ابھی اس قابل نہیں ہیں۔ اس لیے ابھی دماغ پر غور و فکر کا بار نہ ڈالیے۔ اور جب خوب طاقت آ لے تب بیان کیجیے گا۔"

عالیہ:۔ "بیٹا علی۔ اب مجھ میں سب باتیں بیان کرنے کی طاقت آ گئی ہے۔ اور ان کے ظاہر کرنے سے دماغ پر بار نہیں پڑے گا۔ بلکہ دل کو تسکین ہوگی۔ اب میرا علاج یہی ہے کہ کوئی میری سرگذشت سنے۔ اور میں جی کھول کے دل کی بھڑاس نکالوں۔"

جرجیس:۔ "مگر مجھے اندیشہ ہے کہ مصیبت و تکلیف اور رنج و غم کی باتیں آپ کے دماغ کو صدمہ نہ پہنچا دیں۔"

عالیہ:۔ "جی نہیں اس کا ڈر اس کے لیے ہو سکتا ہے جو رنج و غم کا عادی نہ ہو۔ اور اس پر نئی نئی مصیبت پڑی ہو۔ میں تو ان باتوں کی خوب عادی ہو گئی ہوں۔"

جرجیس:۔ "تو شوق سے بیان کیجیے۔ آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لیے کوئی اندیشہ نہیں باقی رہا۔"

افشین:۔ "تو مہربانی کر کے تفصیل سے بیان کیجیے کہ اس جنگل میں آپ کو کون لے گیا۔ اور کن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا؟"

عالیہ:۔ (ناطاقتی کے تھوڑے سے تامل کے بعد) "یہ پوچھنے سے کیا حاصل ہے؟ جن لوگوں کا یہ فعل ہے وہ آپ کی گرفت سے باہر ہیں۔ افسوس کہ مظلوم ریحانہ معصوم صفت خوبصورت قمری کی طرح ظالم شکاری کے پنجے میں پھنسی ہوئی ہے۔ اور کوئی چھڑانے والا نہیں۔" اتنا کہہ کے عالیہ رونے لگی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

افشین:۔ "ہم اس خوبصورت معصوم چڑیا کو اس کے پنجے سے چھڑا لیں گے۔ اس کا پورا بندوبست ہو چکا ہے۔ اور علی بن فضل آج ہی ریحانہ کے لانے کو جا رہے ہیں فقط اس کے منتظر ہیں کہ آپ کی زبان سے آپ کے حالات سن لیں۔"

عالیہ:۔ "میں آپ سے رخصت ہو کے یہاں سے روانہ ہوئی تو ماہ آفریدہ کے ساتھ بذ میں گئی۔ وہاں

پہونچتے ہی، ماہ آفرید نے مجبور کرنا شروع کیا کہ بابک کے دین کو قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ۔ اُس کی دوستی نباہنے اور اُسے اپنے موافق رکھنے کے لیے مین نے کبھی سختی کے ساتھ انکار نہین کیا۔ بلکہ اُس کے کہنے کو ہمیشہ ٹال دیا کی جس سے وہ سمجھی کہ مین راضی ہون چنانچہ ایک دن وہ مجھے بابک کے قدمون پر لیجا کے گرا دیا۔ اور اُس سے کہا یہ ایک شریف عربیہ خاتون ہین جو آپ پر ایمان لائی ہین۔ اور مجھ پر ان کا احسان ہے۔ یہ سُنتے ہی بابک نے خوش ہو کے مجھے اُٹھایا اور اپنے سینے سے پٹا لیا۔ اُس وقت کی تکلیف مجھے زندگی بھر یاد رہے گی۔ کمبخت مخمور اور شراب کے نشے مین چور تھا۔ مُنھ سے شراب کی بو آتی تھی۔ اور زبان سے پورے اور صحیح الفاظ نہ نکلتے تھے۔ اسی حال مین ظالم نے میری پیشانی اور میرے گال چومے۔ اور کہا "یہ بوسے میری مہربانی اور میرے الطاف کی اعلیٰ ترین نشانیان ہین۔ آج سے تم میرے مخصوص دوستون مین ہو"

اب اُس وقت سے میرا کام تھا کہ اُس کے حکمون پر لونڈیون کی طرح دوڑا کرون۔ لیکن اُس وقت تک مجھے ریحانہ سے ملنا نہین نصیب ہوا تھا۔ ایک دن ماہ آفرید نے کہا "میرے ذمے دو کام ہین۔ ایک تو یہ کہ بابک کو شراب پلاتی اور اُس کی خلوت مین شریک صحبت ہوتی ہون۔ اور دوسری یہ کہ محل کے عظیم الشان قید خانے مین جو ہزارون خوبصورت عورتین اور بچے بند ہین اُن کی روز صبح و شام کو جا کے نگرانی کیا کرتی ہون تم مہربانی کر کے آج سے یہ کام کرو کہ میرے عوض دونون وقت جا کے اُن قیدیون کی نگرانی کر لیا کرو" یہ کہہ کے مجھے اپنے ساتھ لیجا کے اُس نے وہ قید خانہ دکھایا۔ کیا کہون کہ جو بد نصیب عورتین اور بچے اُس مین تھے اُن کی کیا حالت تھی۔ نہ اُن کے پاس پورا لباس تھا۔ نہ پیٹ بھر کے کھانا ملتا تھا۔ نہ صفائی و طہارت کا کوئی انتظام تھا۔ مین نے کبھی گائے بیل کو بھی ایسی ناپاک اور ذلیل حالت مین نہین دیکھا تھا۔ انھین مین ایک طرف دیکھا کہ ریحانہ بھی زنجیرون مین جکڑی بیٹھی ہے۔ میری صورت دیکھتے ہی وہ چلا چلا کے رونے لگی اور کچھ کہنے کو تھی کہ مین نے اشارے سے منع کیا۔ اور چلی آئی۔ ماہ آفرید کی یہ خواہش مین نے قبول کر لی اور روز دو وقت اُن قیدیون کی نگرانی کیا کرتی۔ مین وہان ہر ایک کے ساتھ مہربانی سے پیش آتی۔ سب کی دلدہی کرتی اور اسی سلسلے مین ریحانہ سے بھی دو چار باتین کر لیا کرتی۔ یہ تو میرے امکان مین نہ تھا کہ اُس کی بیڑیون کو کھول دون۔ مگر جب سے مین گئی اُسے غذا کی تکلیف نہین ہوئی۔ اور میری تسلی و تشفی سے اُس کی مایوسی کم ہو گئی۔ بابک روز اُس کے پاس جاتا اور اُسے طرح طرح کا لالچ دلاتا۔ مگر وہ اُس کی صورت دیکھتے ہی آنکھین بند کر لیتی۔ اور جواب دیتی کہ

مر جاؤن گی مگر تجھ سے بے دین ظالم کی جورو نہ ہون گی۔"

اب مین اس تجویز مین تھی کہ کسی دن موقع پاکے اُسوقت سے بھگا لاؤن مگر کوئی تدبیر نہین پڑتی تھی یہان تک کہ مسلمان دھاوا کرکے شہر مین داخل ہو گئے۔ اور خرمی شکست کھا کے بھاگنے اور قتل ہونے لگے۔ اُس وقت مین قیدخانے کے قریب منتظر کھڑی تھی کہ مسلمان لشکر یہان تک پہونچے تو اُنھین وہ قیدخانہ دکھا کے اُن مظلوم قیدیون اور اپنی ریحانہ کو عذاب سے نجات دلاؤن۔ اتنے مین ماہ آفرید گھبرائی ہوئی آئی اور کہا "اسی وقت قیدخانے مین جو ریحانہ کو لاکے بابک کے پاس پہونچا دو۔ وہ اپنے زنانے محل کے پچھواڑے چھوٹے مکان مین ملین گے مین جاتی ہون اُنکی ان بیویون اور حرمون کو اُن کے پاس پہونچاؤن جنھین اُنھون نے اپنے ساتھ لیجانے کے لیے منتخب کیا ہے۔ تم ریحانہ کو فوراً لاؤ۔ مسلمان اندر داخل ہو گئے۔ اور دم بھر مین قلعے والون کو شکست دے کے آپہونچین گے۔"

مین فوراً قیدخانے مین گئی۔ ریحانہ کی بیڑیان کھولین۔ جن کی کنجیان ماہ آفرید نے مجھے دی تھین اور اُسے لے کے چلی کہ مسلمانون کے لشکر مین پہونچ جاؤن جو قریب آگیا تھا۔ اتنے مین کیا دیکھتی ہون کہ ماہ آفرید سر پر کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے "مین تم اس عباسیہ لڑکی کو بھگائے لیے جاتی ہو! مین نے تمھارا اسی لیے اعتبار کیا تھا؟ اور اسی لیے تم کو بابک کے مخصوص لوگون مین داخل کرایا تھا؟" مین نے یہ خیال کرکے کہ اب یہ میرا کچھ نہین بگاڑ سکتی۔ اُسے ڈانٹا۔ اور کہا "کافرہ اور حرافہ! تو ریحانہ کو پھر ظالم کے پنجے مین دینا چاہتی ہے جو اب ہلاک ہونے کو ہے۔ اُس کے پاس واپس جا اور کہہ کہ اُس مظلومہ کو خدا نے تیرے دست ستم سے چھڑا لیا۔ اور انتقام کی تلوار جو تیرے سر پر پہونچ چکی تجھے ہلاک کرنے ہی کو ہے۔" یہ کہہ کے مین نے اُسے پیچھے ڈھکیل دیا اور آگے بڑھی۔ اتنے مین دس زخمی خرمی بھاگتے ہوئے اُدھر سے گذرے۔ ماہ آفرید نے غل مچا کے اُنھین بلایا۔ اور اُن کی مدد سے ہم دونون کو باندھ کے بابک کے پاس پہونچایا۔ بابک نے فوراً اُس مکان کی ایک کوٹھری کھولی۔ اور ہم سب کو اور نیز اُن حرمون کو جنھین پکڑے کھڑے تھے ساتھ لے کے اُس کوٹھری مین اور اُس سے ایک تہ خانے مین داخل ہوا۔ پھر اُس کا دروازہ باہر سے بند کر لیا۔ اور زمین کے نیچے اندھیرے مین کامل آدھ گھنٹے تک بھاگتا چلا گیا۔ اُس کے ساتھ وہ خرمی تھے اور ریحانہ کو بیڑیون مین باندھے اور کھینچتے ہوئے لیے چلے جاتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم تحت الثریٰ مین چلے جا رہے ہین۔ کبھی کبھی اوپر روشن دان ملتے جن سے کچھ روشنی نظر آجاتی۔

آخر جاتے جاتے ہم ایک گھنے جنگل میں نکلے جس کے چاروں طرف پہاڑ تھے - اور سب کی چوٹیوں تک جنگل چلا گیا تھا - اس جنگل میں بھی بڑی بڑی گنجان درختوں کے باہم ملے اور گھنے ہونے کی وجہ سے بہت کم روشنی تھی - سرنگ سے نکلتے ہی جنگل اور جھاڑیوں کے اندر اندر جا کے بابک مجھ کو ایک کھوہ میں لے گیا جس کو رہنے کے لیے ایک وسیع مکان بنا لیا گیا تھا - اس میں پہنچ کے بابک نے دم لیا - اور کہا "اب ہم یہودیوں (مسلمانوں) کی رسائی سے باہر ہو گئے"

اس غار نما مکان میں فرش بچھایا گیا - روشنی کی گئی جس کا سامان وہاں پہلے سے موجود تھا - اور کھانے پینے کے بعد جب وہ اطمینان سے بیٹھا تو ماہ آفرید نے مجھے اور ریحانہ کو اس کے سامنے پیش کیا - اور کہا اس عورت کا اگرچہ مجھ پر احسان ہے مگر آج معلوم ہوا کہ یہ مکار دغاباز اور ہماری دشمن ہے - اور اکیلی یہی نہیں ریحانہ بھی قتل کے قابل ہے جو حضرت کی عنایتوں کی کسی طرح قدر نہیں کرتی - یہ کہہ کے اس نے ساری سرگذشت بیان کر دی - بابک نے اپنی تیوریاں چڑھا کر خونیں آنکھوں سے مجھے گھور کے دیکھا اور کہا "ریحانہ کو تو ابھی زندہ رہنا ہے - یہ جب تک میرا کہنا نہ مانے گی یونہی پابہ زنجیر میرے ساتھ رہے گی - مگر اس دوسری دغاباز عورت کو جنگل کے کنارے لیجا کے قتل کر ڈالو" اس کا حکم ہوتے ہی ہمراہی خرمیوں میں سے چار خونخوار دیو صورت وحشی مجھے گھسیٹتے ہوئے جنگل کے کنارے لے گئے جہاں میں پڑی ملی ہوں گی - اور تلواروں سے کاٹ کے ڈال دیا - اپنے نزدیک تو وہ بیجان کر گئے تھے مگر مجھ میں جان باقی تھی - خاموش پڑی رہی - اور تھوڑی دیر کے بعد زیادہ خون بہ جانے سے بیہوش ہو گئی"

بارھواں باب

بابک کی سرکشی و سنگدلی

عالیہ کو اپنی یہ سرگذشت بیان کیے ایک ہفتہ گذر گیا - اور سب کے دلوں پر اس کے بیان کا حسرتناک اثر باقی ہے - وہ اب اس قدر اچھی ہو گئی ہے کہ آہستہ آہستہ چل پھر سکتی ہے - افشین اسے اور سارے لشکر کو لیے منہدم و پامال شہر بذ سے نکل کے شہر برزند کے وسیع مرغزار میں خیمہ زن ہو گیا - اور علی بن فضل بھی اپنی پھوپھی کے ساتھ ہے جس نے پھوپھی کا بیان سن کے بابک کے تعاقب کا ارادہ ملتوی کر دیا

عالیہ جو جو اچھی ہوتی جاتی ہے اسے ریحانہ کی جدائی کا صدمہ زیادہ محسوس ہوتا جاتا ہے اور ہر گھڑی دل پر کدورت رہتی ہے - اسے ہر وقت مغموم دیکھ کے ایک دن افشین نے کہا "اس جہاد میں کل مجاہدوں اور ہمارے تمام سپاہیوں سے زیادہ آپ ثواب کی مستحق ہیں جن کا اجر اس حضرت رب العزت

کے دربار سے آپ کو ضرور ملے گا۔"

علی "پھوپھی۔ اب آپ ان تکلیفوں اور اس مصیبت کو دل سے بھلا دیں حکیم صاحب کہتے ہیں کہ اس ناطاقتی کی حالت میں آپ کو ان فکروں میں نہ پڑنا چاہیے۔"

عالیہ "کسی تکلیف یا بیماری کا تو مجھے خیال بھی نہیں۔ مگر یہ مصیبت بھلا بھول سکتی ہوں؟ اِسے یاد رکھوں گی اور جب تک زندہ ہوں ہمیشہ رو یا کروں گی۔"

افشین "تو اپنے خیال کو انتقام لینے اور ریحانہ کو بابک کے پنجۂ ستم سے چھڑانے کی کوشش میں مصروف کیجیے ہم نے اس جنگل کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ لوگ گئے ہیں کہ جدھر پتہ لگے جنگل میں گھس کے اُسے پکڑ لائیں۔"

عالیہ "مگر بابک جہاں چھپا بیٹھا ہے وہاں تک کوئی نہیں پہونچ سکتا۔"

علی "میں ایک زبردست لشکر لے کے اُس مقام پر جانے والا تھا جہاں آپ پڑی ملیں۔ مگر آپ کا بیان سن کے ارادہ ملتوی کر دیا۔"

عالیہ "وہاں سے تم ہرگز بابک تک نہ پہونچ سکتے۔ میں کئی گھنٹے کے بعد وہاں پہونچی تھی لیکن ایک تدبیر ہو سکتی ہے جس سُرنگ سے وہ ہمیں لے گیا ہے اُس میں سے اگر کوئی جائے تو اُس کے قریب پہونچ سکتا ہے۔"

افشین "یہ تو بخوبی ہو سکتا ہے۔ گو کہ وہ مکان جس میں وہ سُرنگ تھی منہدم کر ڈالا گیا۔ لیکن جس جگہ پر تھا اُس مقام کو ہم جانتے ہیں۔ وہاں کھدوا جائے تو سُرنگ ضرور مل جائے گی۔ لیکن جب کوئی رہبر جو دنہ ہو سُرنگ کے راستے سے لوگ گئے بھی تو اُسے کیونکر پائیں گے؟"

عالیہ "رہبری میں کروں گی۔ میں اُس سُرنگ کے راستے سے جا چکی ہوں۔ اُس سے نکلتے ہی جنگل کی جس گھاٹی میں وہ غار نما مکان ہے اُسے بھی جانتی ہوں۔ اور وہاں تک پہونچ سکتی ہوں۔"

افشین۔ (ہنس کے) "مگر آپ تو ابھی جانے کے قابل نہیں ہیں۔"

عالیہ "اس کام کے لیے مجھ میں طاقت آ جائے گی۔"

علی "پھوپھی اگر آپ رہنما بنیں تو میں خود آپ کے ساتھ چلوں گا اور بہت سے بہادر سپاہی ہمارے ساتھ ہوں گے۔"

عالیہ۔ (افشین سے) "تو آپ کھدوا کے اُس سُرنگ کو نکالیے۔ اُس کا پتہ لگنے تک میں اچھی ہو جاؤں گی۔"

عالیہ کی یہ مستعدی دیکھ کے افشین نے تائیہ کو بلوایا جو ترزند میں اُس کے ساتھ تھی جب وہ آئی تو پوچھا "تائیہ بذ میں تو اب پتھروں اور ملبے کے ڈھیروں کے سوا کچھ بھی نہیں باقی رہا۔ کوئی مکان نہیں موجود ہے لیکن اب بھی تم وہاں جاؤ تو پہچان لوگی کہ بابک کا زنانہ قصر کہاں تھا؟"

تائیہ: "کیوں نہیں؟ کھنڈروں اور در و دیوار کے آثار دیکھ کے پہچان جاؤں گی کہ یہاں پر محل تھا۔"

افشین: "اور اُس چھوٹے مکان کا بھی پتہ لگا لوگی جس کی سُرنگ میں سے ہو کے بابک بھاگا تھا؟"

تائیہ: "بیشک۔ اُسی قصر کے پیچھے اور خاص اُس کی دیوار کے نیچے وہ مکان تھا۔"

افشین: "تو ایک کام کرو۔ علی بن فضل کو لے کے وہاں جاؤ۔ حفاظت کے لیے کچھ فوج اور بہت سے مزدور بھی اُن کے ساتھ جائیں گے۔ اُس مقام کو خوب کھُدوا کے اُس سُرنگ کو نکلواؤ۔ اور اگر وہ مٹی اور پتھروں سے اَٹ گئی ہو تو مٹی نکلوا کے اُسے صاف کرا دو۔"

تائیہ: "بہت خوب۔" (علی سے) "چلیے۔"

عالیہ: "بیٹا علی جلدی جاؤ۔ اور جیسے ہی سُرنگ بر آمد ہو مجھے خبر کرو۔"

علی نے فوراً پانچ سو فرغانہ والے سپہگر اپنی رفاقت کے لیے چُن لیے۔ پھر ایک ہزار جفاکش سپاہی مزدوروں کو اپنے ہمراہ لے کے بذ کی راہ لی۔

علی بن فضل کے جانے کے بعد افشین عالیہ کے خیمے سے نکل کے اپنے خیمے کو جا رہا تھا کہ اسلامی فوج کے ایک سوار نے آکے ادب سے سلام کیا اور ایک خط پیش کیا۔ افشین نے پوچھا "کس کا خط ہے؟" اُس نے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "حضور بابک کا خط ہے جسے ابوسعید نے حضور کے ملاحظہ میں بھیجا ہے۔"

افشین۔ (ایک فوری مسرت کے جوش میں) "ابوسعید نے بابک کو پکڑ لیا؟"

سوار: "حضور بابک کا پتہ تو ابھی تک نہیں لگا ہے۔ مگر پرسوں تڑکے نماز کے بعد ابوسعید کو خاص اپنے خیمے کے سامنے دو خط پڑے ملے۔ اُٹھا کے دیکھا تو وہ بابک کے خط تھے۔ ایک ہمارے سردار ابوسعید کے نام تھا اور دوسرا حضور کے نام جس کے لفافے پر لکھا تھا کہ بغیر کھولے حضور کے ملاحظہ میں بھیج دیا جائے۔"

افشین۔ (حیرت سے) "اور ابوسعید والے خط میں کیا لکھا تھا؟"

سوار: "حضور اُس میں فقط دھمکی تھی۔ لکھا تھا کہ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنے گھر جا کے آرام سے بیٹھو۔ ورنہ یاد رکھو کہ میرے خرمی تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو ایسی خاموشی سے فنا کر دیں گے کہ کسی کو پتہ بھی نہ لگے گا کہ کیا ہوئے اور کہاں غائب ہو گئے۔ اس بیوقوفی کے خیال کو چھوڑو کہ تم مجھے گرفتار کر لو گے۔ میں جہاں ہوں وہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ ہر طرف جنوں اور دیوؤں کا پہرا ہے جو میرے مطیع فرمان ہیں۔

اور جو کوئی اس جنگل یعنی میرے حرم عزلت کو اپنے قدم سے ناپاک کرنے کی جرأت کرے گا وہ اس کے خون کے پیاسے ہیں۔"

یہ سن کے افشین نے بابک کا خط کھولا۔ جس میں لکھا تھا: "افشین تمہیں معلوم رہے کہ تم نے بذ اور اُس کے قصر دایوان کو منہدم کر کے خدا کو بہت ہی ناراض کر دیا ہے جس کا انتقام مسلمانوں سے سرزمین روم میں لیا جا رہا ہے۔ یاد رکھو کہ تم نے میری فوج اور میرے شہر کو فتح کر لیا ہے مگر میرے برحق دین کو تم سے بے دین ہرگز نہیں فتح کر سکتے۔ رہا یہ کہ تم میری عزلت گاہ تک پہونچو یہ امکان سے باہر ہے۔ ابھی ان خیریت ہو کہ جو کچھ کامیابی حاصل کر لی ہے اُس پر قناعت کرو اور اپنے یہودی دیودین آقا کے دربار میں سرخرو ہو۔ میں نے تمہارے دونوں بابکی قاصدوں کو قتل کرا ڈالا۔ جو مفتوح اور تمہارے ہاتھ میں اسیر ہو کے بے ایمان ہو گئے تھے اور اس قابل نہ تھے کہ اُن کے ہاتھ جواب بھیجا جائے۔ انھیں دو میں سے ایک میری اس جنگلی تفریح گاہ کو جانتا تھا۔ اب دنیا میں اور کوئی نہیں باقی ہے جو تم کو یا تمہارے کسی پیام کو مجھ تک پہونچا سکے۔

تمہارے خط کے ساتھ میرے بیٹے نے بھی ایک خط بھیجا ہے جس میں وہ مجھے تمہاری اطاعت و صلح کا مشورہ دیتا ہے۔ اُس ناخلف حرام زادے سے کہہ دو کہ اگر تو میرا بیٹا ہوتا تو میرے پاس ہوتا اور یہودیوں کے ہاتھ میں اسیر نہ ہوتا۔

؎ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ تقریباً چھ مہینے پیشتر جب افشین بابک کے شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا بابک نے اپنے خفیہ جاسوسوں کے ذریعے سے ایک خط قسطنطنیہ کے فرمانروا توفیل بن میخائیل کو لکھا جس میں اطلاع دی کہ معتصم نے اپنی ساری فوج میرے مقابلے پر بھیج دی جس کو میں اپنے پہاڑوں سے ٹکرا ٹکرا کے فنا کر دوں گا مگر اُس کے پاس اب کوئی قوت نہیں رہی ہے حتیٰ کہ اُس کا درزی (جعفر خیاط) اور باورچی (ایتاخ ترکی) تک بذ کے پہاڑوں میں ہیں۔ آپ کے لیے حملہ کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں ہو سکتا۔ توفیل یہ سنتے ہی پورے دو لاکھ لشکر کے ساتھ رومی بلاد اسلام (ایشیائے مائنر) پر چڑھ آیا۔ بغداد میں خبر بھی نہ ہوئی۔ اور اُس نے بے خرخشے بہت سے شہروں کو لوٹا۔ مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ بہت سی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا۔ جو مسلمان اُس کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اُن میں بہتوں کی آنکھیں پھوڑیں۔ بہتوں کے ناک کان کاٹے۔ یہاں تک کہ شام و روم کے تمام مسلمان اُس پر ٹوٹ پڑے اور وہ واپس گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب بابک پامال ہو چکا تو معتصم بڑے بھاری لشکر سے خود روم میں گیا اور اس کا خوب انتقام لیا مگر جس وقت افشین نے بذ کو فتح کیا ہے اُس وقت شہنشاہ قسطنطنیہ ایشیائے کوچک کے شہروں میں مسلمانوں پر دست تظلم دراز کر رہا تھا۔ اور بابک کو اطلاع دے دی تھی تاکہ وہ اور شدت سے دولت عباسیہ کی فوجوں پر حملے کرے۔ مگر شہنشاہ قسطنطنیہ کی امید و آرزو کے خلاف بابکیوں کو شکست ہو گئی۔

لیکن تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ اور یاد رکھ کہ دولت و عزت کی حالت میں تیری ایک دن کی زندگی چالیس برس کی غلامی کی زندگی سے اچھی ہے۔ تو اب غلام ہے اور کافروں کا غلام۔ لہذا اُٹھ شریفوں اور آزاد مردوں میں بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔"

یہ خط پڑھ کر افشین دیر تک خاموش اور بابک کی سرکشی و طغیان پر متحیر رہا۔ پھر اس سوار سے پوچھا "ابوسعید کو کچھ اس کا بھی پتہ لگا کہ بابک کہاں ہے؟"

سوار: "حضور اس کا تو یقین ہے کہ ابھی تک وہ وادی بغیشہ میں ہے کسی اور طرف نہیں گیا۔ مگر یہ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ وادی کہاں ہے اور اس میں وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔ ہمارے سرداروں نے ہر جگہ ڈھونڈھا۔ جنگل کے ہر طرف ایک ایک میل تک درختوں سے ٹکراتے اور ٹھوکریں کھاتے پھرتے گئے مگر کہیں سراغ نہ لگا۔"

افشین: "اس کے کسی اور طرف نکل جانے کا تو اندیشہ نہیں ہے؟"

سوار: "ناکہ بندی تو خوب کر دی گئی ہے اور کل راستے رکے ہوئے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ وہ ناقابل گذر جنگل ایک ہی سلسلے میں ملا ہوا آرمینیہ اور گرجستان تک چلا گیا ہے۔ اگر اس کے اندر ہی اندر بابک مغرب کی طرف نکل جائے تو کوئی روک نہیں سکتا۔"

افشین: "مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جس جنگل میں بابک گذر سکتا ہے اس میں تم لوگ کیوں نہیں گذر سکتے؟"

سوار: "حضور جنگل کے اندر بعض ایسے راستے اور مقامات ہیں جن کو بابک خوب جانتا ہے وہ یہیں کا رہنے والا ہے اور ہمیشہ اسی فکر میں رہا ہے کہ اس جنگل اور پہاڑوں کے چپے چپے سے واقف ہو جائے۔ اور ہم لوگ بالکل اجنبی ہیں۔"

افشین: "تو کیا تمھیں کوئی اس جنگل کا رہنے والا بھی نہیں ملتا جو رہبری کرے؟"

سوار: "کوئی نہیں۔ اول تو سب بھاگ گئے ہیں۔ اس لیے کہ سب خرّمی ہیں اور بابک کے معتقد و پیرو۔ قطع نظر اس کے بابک ان لوگوں کے ساتھ ہمیشہ احسان کرتا رہا ہے جس کی وجہ سے سب اس کا دم بھرتے ہیں۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر کوئی ہمیں راستہ بتانے پر تیار بھی ہو جائے۔ تو ہمیں اس کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ کسی خوفناک مقام میں پہونچا کے ہمیں ہلاک کر دے۔"

افشین: "تمہارے انھیں بزدلی کے اندیشوں نے بابک کا اتنا زور بڑھا دیا۔ سیکڑوں تدبیریں ہو سکتی ہیں۔ اور نہیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی مشتبہ رہبر ہی کے ساتھ جاؤ۔ مگر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اپنے آدمیوں کو چھوڑتے اور ٹھہراتے جاؤ تاکہ واپسی کا راستہ قائم رہے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ تم سے یہ

نہین ہو سکتا۔ اچھا تم ابوسعید سے جا کے کہہ دینا کہ اگر وہ اور کچھ نہین کر سکتے تو فقط اتنا کرین کہ بابک کو اور کسی طرف نکل کے جانے نہ دین۔ وہ جہان ہو وہین رہے۔"

یہ کہہ کے افشین نے سوار کو انعام دے کے رخصت کیا۔ اور یہ ساری سرگذشت جا کے عالیہ سے بیان کی۔ پھر اُس سے پوچھا "آپ سُرنگ مین رہبری کرنے کے لیے تیار ہین؟ مین نے کوشش کی ہے کہ بابک جہان ہے وہین رہے۔ کسی اور طرف نکل کے نہ جانے پائے۔"

عالیہ: "وہین رہا تو مین اُسے گرفتار کرا دون گی۔ مین اس کام کے لیے اس قدر تیار ہون اگر کوئی اس وقت چلے تو اسی وقت اُٹھ کھڑی ہون گی۔"

افشین عالیہ سے رخصت ہو کے اپنے دربار کے خیمے مین گیا۔ اور جو دو خرمی اُس کا خط لے کے بابک کے پاس گئے تھے اور بابک کے ہاتھ سے مارے گئے تھے اُن کی بیویون کو جو اُن کی روانگی کے ساتھ ہی افشین کی امان مین آ گئی تھین اپنے سامنے بُلوایا۔ اور اُن سے کہا "تمھارے شوہر تمھارے ظالم مقتدا کے ہاتھ سے مارے گئے۔" یہ سُنتے ہی دونون عورتین زار و قطار رونے اور بابک کو کوسنے لگین۔ افشین نے اُنھین تسلّی دی اور کہا "اگر عقل ہو تو اپنے عقیدۂ کفر سے توبہ کرو۔ اور دین اسلام قبول کرو۔ لیکن مین نے جو وعدہ کیا ہے اُس کے پورا کرنے کے لیے ہر حال مین تیار ہون۔ تم اپنے بال بچّون کے ساتھ جہان چاہو رہو۔ تم کو سلطنت کی طرف سے پینتیس دینار وظیفہ ملا کرے گا۔ جو یہین کے سرکاری خزانے سے مل جایا کرے گا۔ مین نے امیر المومنین کی خدمت مین سفارش کر دی ہے۔ اور وہان سے بہت جلد منظوری آ جائے گی۔"

یہ کہہ کے دونون عورتون کو اُس نے ہزار ہزار درہم دیے اور کہا "اس سے تم اپنے رہنے کا سامان درست کرو۔" اس فیاضی کو دیکھ کے دونون بے انتہا خوش اور شکرگزار ہوئین۔ اور اُسی وقت دین اسلام قبول کر کے امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگین۔

اب معتصم کے پاس سے اس مضمون کا فرمان بھی آ گیا کہ "بابک کے اعزّہ و اقارب اور کل خرمیون کو جو اطاعت قبول کرین امان دی جائے۔ اور قتل عام موقوف ہو۔"

تیرھوان باب

گوہر مقصود ہاتھ آ گیا

سامرہ سے فرمان خلافت آتے ہی خونریزی موقوف ہو گئی۔ اور افشین نے حکم دے دیا کہ

اب بجز اُن خرمیون کے جن سے سرکشی وبغاوت ظاہر ہو اور کسی کی جان نہ لی جائیگی - اور جو خرمی عساکر خلافت کے خوف سے بھاگے ہوئے ہین سوا شہر بذ کے اور تمام شہرون اور بستیون مین واپس آکے اپنے گھرون مین آباد ہو سکتے ہین ۔"

ان احکام کے جاری ہونے کے دوسرے دن نہایت مخفی طور پر علی بن فضل نے مجھے اطلاع کی کہ سُرنگ کا دہانہ برآمد ہو گیا - اور کل تک بالکل صاف ہو جائیگا" افشین نے فوراً جاکے عالیہ کو خبر دی - اور وہ اُسی وقت اُٹھ کھڑی ہوئی کہ "چلو مین رہبری کے لیے تیار ہون"

افشین "مگر یہ دیکھ لیجیے کہ آپ مین جانے کی طاقت ہے یا نہین - بہتر ہو کہ اس نازک سفر کے لیے آپ جرجیس سے مشورہ کر لین - اور بغیر اُن کی اجازت کے نہ جائین"

عالیہ "وہ تو ابھی مہینون اجازت نہ دین گے - مگر مین اتنا انتظار نہین کر سکتی - مین نے اپنی طبیعت کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے - مجھے پورا یقین ہے کہ اس سفر سے میری صحت کو فائدہ پہونچے گا اور جو چند زخم خشک ہونے کو باقی رہ گئے ہین آپ ہی آپ خشک ہو جائین گے - مجھے فوراً بذ مین جانے دیجیے تاکہ علی کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے"

افشین "تو آپ وہان اکیلی تھوڑے ہی جائین گی مین خود اپنے ساتھ آپ کو لے چلون گا - اپنے سامنے آپ کو اور علی کو اُس سُرنگ مین روانہ کرون گا - اور جب تک آپ واپس نہ آئین مین ٹھہرا رہون گا"

عالیہ "ہمارے لیے آپ زیادہ تکلیف نہ اُٹھائین"

افشین "یہ تکلیف نہین میرا فرض ہے"

شہر بذ زیادہ مسافت پر نہ تھا - دوسرے دن افشین عالیہ کو محمل مین بٹھا کے اور خاص اپنے گارد کو کے ایک ہزار سوار ہمراہ رکاب لے کے روانہ ہوا - اور چار گھنٹون کے اندر بذ مین تھا - علی نے شہر کے کھنڈرون کے باہر آکے افشین اور اپنی پھوپھی کا استقبال کیا - اور ساتھ لے جاکے وہ سُرنگ دکھائی -

افشین نے اُسے خوب غور سے دیکھا - چار پانچ سو قدم تک اُس کے اندر گیا اور واپس آیا - پھر گرد وپیش کے تمام لوگ ہٹا دیے گئے - اور علی کے خیمے مین بیٹھ کے اس خوفناک سفر کے متعلق مشورہ ہونے لگا - علی نے کہا "مین ان پانچ سو بہادران فرغانہ کو اپنے ساتھ لیجاؤن گا - جو میرے ہمراہ یہان آئے ہین"

افشین - (عالیہ سے) "اور آپ اس مہم مین پیدل جائین گی ؟"

عالیہ "سوا پیدل چلنے کے اور کون صورت ہے؟"

افشین "میں ایک ایسی محمل بنواتا ہوں جس کو مزدور کندھوں پر اٹھا کے لیجائیں گے۔ ایسے ایک سو مزدور میں ساتھ کر دوں گا۔ جن میں سے کچھ آپ کی محمل کو اٹھائیں گے اور کچھ مشعلیں ہاتھ میں لے کے آگے پیچھے رہیں گے۔"

عالیہ "بابک کے ساتھ تو میں اور سب لوگ پاپیادہ اندھیرے میں گئے تھے۔"

افشین "مگر اب سواری ہے اور روشنی لے کے جائیے جب سرنگ ختم ہو مشعلیں گل کرا دیجیے گا یا مشعل بردار مزدوروں کو سرنگ ہی میں رہنے دیجیے گا۔"

علی اور عالیہ دونوں نے اس تجویز کو منظور کیا۔ اس کے بعد علی نے اپنے خاص رفیقوں نوشکین، قباد، شہرزاد اور غانم کو بلا کے اُن پر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ وہ سب بھی رفاقت پر آمادہ ہو گئے۔ اور بہادران فرغانہ کو بھی سرنگ میں جانے کی تجویز بتا کے تیاری کا حکم دے دیا گیا۔

مزدور پہلے ہی سے موجود تھے چند گھنٹوں میں محمل تیار ہو گئی مشعلیں بن گئیں اور ضرورت کے موافق تیل فراہم کر لیا گیا۔ یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس زیر زمین مہم کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اس لیے اسی رات کو دس بجے یہ گروہ سرنگ میں داخل ہوا تا کہ صبح ہونے سے پہلے ہی سارے زیر زمین راستے کو طے کر لے۔ سب کے آگے چار مشعلچی تھے۔ اُن کے پیچھے علی بن فضل اور اس کے چاروں رفقا تھے۔ ان کے بعد عالیہ کی محمل تھی جس کے گرد ہر وقت پچاس مزدور موجود رہتے۔ پھر اس گروہ کے بعد بہادران فرغانہ تھے۔ جن کے بیچ میں آخر تک مشعلوں کا سلسلہ پھیلا گیا تھا۔ اور سب تیزی کے ساتھ قدم بڑھاتے چلے جاتے تھے۔

سرنگ خوب کشادہ چوڑی اور بلند تھی جس میں دو تین آدمی برابر برابر چل سکتے تھے۔ زمین صاف اور چکنی تھی جس میں سوا ایک قسم کی سیلن کی بو تو ضرور آتی تھی جس کے اثر سے اکثر گزرنے والوں کے سروں میں درد ہونے لگا۔ مگر اس کے سوا اور کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ ہوا کا مرور کم تھا۔ مگر حبس بھی نہ تھی۔ اس لیے کہ جا بجا بالائی روشن دانوں سے تھوڑی تھوڑی ہوا پہنچ جاتی تھی۔

یہ لوگ برابر صبح تک گزرتے چلے گئے۔ صبح صادق ہوتے ہی سرنگ سے نکل کے جنگل کے سرے پر پہنچے۔ اور دم لینے کے لیے ٹھہر گئے۔ علی نے مشعلوں کو سرنگ سے باہر نکالنے کی اجازت نہ دی۔ اور روز روشن ہوا تو اُن کو گل کرا کے مزدوروں کو حکم دیا کہ سرنگ کے اندر ہی رہیں اب عالیہ محمل سے اتری۔ اور کہا "اب یہاں سے میں پیدل چلوں گی۔ فاسق و ظالم بابک کے چھپنے کی جگہ دور نہیں

قریب ہی ہے۔ اور اب پیر لگانے کی ضرورت نہین جلدی چلو۔“

گھنا جنگل تھا اور بڑے بڑے درختون کے نیچے خار دار جھاڑیان تھین جن کی وجہ سے اُس مین گزرنا سُرنگ کے اندر چلنے کی بہ نسبت بہت زیادہ دشوار تھا۔ علی نے اپنے چار دن ُدنا کو ساتھ لیا۔ پھر فرغانہ والون سے کہا تم مین کا ایک ایک آدمی آگے پیچھے پانچ پانچ گز کے فاصلے سے میرے پیچھے چلا آئے تاکہ تمھاری اصلی جماعت سے پیچھے تک سپاہیون کا سلسلہ قائم رہے۔ اس ہدایت کے بعد عالیہ آگے ہوئی اور جنگل ہی کے اندر داہنی طرف چلی جا دھر درختون اور جھاڑیون مین ایک موہوم سی گزرگاہ معلوم ہوتی تھی۔ چار پانچ سو قدم بڑھا کے درختون کی ٹہنیون کے اندر سے ایک پہاڑ دکھائی دیا جس کی چوٹی تک جنگل چلا گیا تھا۔ اس کے بعد غور سے درختون مین جھانک جھانک کے جو دیکھا تو ہر طرف سے پہاڑ گھیرے ہوئے تھے۔ مگر وہ پہاڑ جو پہلے نظر آیا بالکل قریب تھا۔ چنانچہ دم بھر مین یہ لوگ اُس کے دامن مین ایک غار کے پاس پہونچے اور عالیہ نے علی کے کان مین کہا ”یہی غار اُس مکان کا دروازہ ہے جس مین بابک مجھے لے گیا تھا۔“ علی بن فضل نے چاہا کہ عالیہ کو یہین روک دے مگر اُس نے نہ مانا اور قدم بڑھا کے غار کے اندر چلی۔ مگر اُس کے برابر ہی علی تھا۔

بابک اندر موجود تھا اور اُس کا ایک معتمد رفیق غار کے دہانے پر اوڑھے لپیٹے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی تو گھبرایا۔ پھر بے ساختہ تلوار کھینچ کے جھپٹا کہ ایک ہی وار مین عالیہ کا کام تمام کر دے مگر علی نے ہاتھ بڑھا کے اُس کا وار اپنی تلوار پر لیا۔ اور ساتھ ہی اُس پر تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ سر اُڑ کے دُور جا گرا۔ اور دھڑ تڑپتا ہوا غار کے اندر چلا گیا۔

اس واقعے سے بابک کو یقین ہو گیا کہ دشمن سر پر آ گئے۔ اُس غار کے پہلو سے بھی ایک راستہ گیا تھا اُس نے فوراً لپک کے ایک عورت کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے کھینچتا ہوا چلا کہ اُس بغلی راستے سے نکل جائے۔ مگر قبل اس کے کہ اُدھر مڑ سکے عالیہ دوڑتی ہوئی قریب جا پہونچی۔ اور اُس عورت کا دوسرا ہاتھ مضبوط پکڑ لیا جسے وہ گھسیٹ رہا تھا۔ اتنے مین عالیہ کے چہرے پر بابک کی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی سہم گیا۔ اور بے اختیار چیخ ماری ”چڑیل! چڑیل! بھوت!“ اُسے پورا یقین تھا کہ یہ وہی عورت ہے جسے مین نے قتل کر ڈالا تھا۔ اور اب چڑیل بن کے آئی ہے۔ مگر خوف کی بدحواسی مین بھی کوشش یہی تھی کہ اُس عورت کو اپنے خیال کی اُس چڑیل کے ہاتھ سے چھڑا کے پہلو کے راستے سے بھاگ جائے۔ اتنے مین عالیہ نے بڑھ کے اُس عورت کو اور مضبوط پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کے بابک نے دوسرے ہاتھ سے چھری

نکالی۔ اور ارادہ کیا کہ چھری بھونک کے اُس عورت کا کام تمام کر دے کہ ناگہان علی نے اُس کا چھری والا ہاتھ پکڑ لیا۔ علی کو اور اُس کے پیچھے اُس کے رفیقوں کو دیکھ کے بابک نے عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر جھٹک کے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اور غار کے دوسرے راستے سے بھاگا۔ علی بھی نہایت ہی تیزی کے ساتھ اُس کے پیچھے دوڑا۔ مگر وہ غار سے نکلتے ہی جنگل میں ہو رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے خرگوش کی طرح جھاڑیوں کے اندر غائب ہو گیا۔

علی مجبوراً غار میں واپس آیا۔ اور دیکھا کہ وہ عورت جسے بابک گھسیٹے لیے جاتا تھا۔ ریحانہ ہے مگر اس کشمکش میں اُسے غش آ گیا ہے۔ بیہوش پڑی ہے عالیہ اُسے جھک جھک کر بار بار پکارتی ہے اور اُس کے رفقا گرد حلقہ کیے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی بولا "ایں یہ ریحانہ تھیں! یہ ظالم انھیں کو گھسیٹے ہوئے لیے جاتا تھا؟ اس اینچا کھینچی اور مار دھاڑ میں انھیں غش آ گیا ہے۔ اگر ان پر اُس کا چھری کا وار پڑ گیا ہوتا تو قیامت ہی ہو گئی تھی۔ بڑی خیریت ہوئی۔ فوراً انھیں غار کے باہر کھلی ہوا میں لے چلو"۔ یہ کہتے ہی اُس نے اپنے چاروں رفیقوں کو حکم دیا کہ دونوں راستوں کو روکے کھڑے رہیں تاکہ کوئی غار سے جانے یا باہر سے اندر آنے نہ پائے۔ پھر خود ریحانہ کو اُٹھا کے غار کے باہر لایا۔ اور ایک درخت کے نیچے لٹا دیا۔ اور ساتھ والوں سے پانی منگوا کے منھ پر چھینٹے دینے لگا۔ یہاں تک کہ اُسے ہوش آیا اور ہوش میں آتے ہی ماں کے سینے سے لپٹ کے رونے لگی۔

ادھر سے اطمینان ہوتے ہی علی نے تمام بہادران فرغانہ مزدوروں اور شعلچیوں کو یہیں بلوا لیا۔ اور غار کے اندر گھس کے جتنے آدمی ملے سب کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ سب لوگ چاروں طرف جنگل میں گھس کے بابک کو ڈھونڈیں جو کسی آس پاس کی جھاڑیوں میں چھپا ہوا ہے۔ فوراً ہر طرف لوگ ڈھونڈھنے اور ایک ایک درخت کے نیچے جا کے اور ہر ہر جھاڑی میں گھس کے بابک کو تلاش کرنے لگے مگر اُس کا پتہ نہ تھا۔

اب غار میں جا کے علی بن فضل نے بابک کے مال و اسباب پر قبضہ کیا۔ اور یہ دیکھ کے اُسے بڑی خوشی ہوئی کہ بابک کا سارا نقدی خزانہ اسی غار میں موجود تھا۔ تمام صندوق اُس غار سے باہر لا کے رکھے گئے۔ اور اُن کو کھول کھول کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کروڑوں روپیہ کی دولت بابک نے یہاں لا کے جمع کر لی تھی۔ جو بہت کچھ تو پہلے ہی سے یہاں منتقل کر لی گئی تھی اور جو باقی رہی تھی وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ اب قیدیوں کی طرف توجہ کی گئی۔ ان میں سب سے اول تو ماہ آفرید تھی جو اس قدر بدحواس تھی کہ زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلتا تھا۔ اُس کی اگلی درشتی اور وہ اگلا استقلال سب تشریف لے گیا تھا۔ خصوصاً وہ بار بار عالیہ کو دیکھتی اور حیران رہ جاتی کہ یہ کیسے زندہ بچ گئی۔ اس کے علاوہ بابک کی

دو بیویاں اور دو حرمین تھیں۔ اور دس ہمراہی مرد تھے یہ وہی تھے جنھون نے عالیہ کو گرفتار کیا تھا اور بابک کے ساتھ آئے تھے ان مین سے ایک مارڈالا گیا۔ باقی علی کے ہاتھ مین گرفتار ہو گئے۔ اب علی کو سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ بابک کو ڈھونڈھ کے نکالے۔ اس شوق مین دو روز تک وہ اسی غار مین جو بابک کا مامن تھا ٹھہرا رہا۔ ہمراہی سپاہیوں اور مزدوروں نے کوئی جھاڑی اور کوئی گھاٹی نہین چھوڑی۔ مگر کہین پتہ نہ تھا۔ لیکن ان تین روز کے قیام سے ریحانہ کی طبیعت بہت سنبھل گئی۔ اس آخری مصیبت اسیری و مظلومی اور بابک کی سختیون نے اُسے ہیجان کر دیا تھا خصوصاً اُس وقت کی اینچا کھینچی مین جبکہ بابک اُس کی جان لینے کے درپے تھا اور عالیہ اُسے چھوڑتی نہ تھی۔ اُس کے شکستہ دل کو سخت صدمہ پہونچ گیا تھا۔ مگر آزادی۔ عزیزون کی ملاقات۔ اور عصمت بچا کے دشمن کے پنجۂ ستم سے نکل آنے کے خیال نے ایسا اچھا اثر کیا کہ دو ہی دن مین ہر طرح کی قوت آگئی اور اب خوش اور بشاش ہے۔

تیسرے دن سب نے واپسی کا ارادہ کیا۔ علی نے چاہا کہ بجائے سُرنگ مین سے ہو کے جانے کے باہر باہر جائے مگر راستہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ دو تین کوہیان جو ہمراہ تھے اُن سے معلوم ہوا کہ راستہ تو ضرور ہے مگر باہر کا راستہ ایسی گھاٹیون اور پیچیدہ پہاڑون مین ہو کے گیا ہے کہ چار دن سے کم مین آدمی تبد مین نہین پہونچ سکتا۔ مجبوراً وہی زیر زمین راستہ پھر اختیار کیا گیا۔ مشعلین روشن ہوئین اور جب تمام سپاہی اور مزدور جو جنگل مین پھیلے ہوئے تھے اکٹھا ہو لیے تو سب دن کے ابتدائی حصے مین ریحانہ کو نیز عالیہ کی محمل مین بٹھا کے سُرنگ مین گھُسے۔ اور شام ہونے سے پہلے بذ مین پہونچ گئے۔

افشین ان لوگون کے انتظار مین اس وقت تک بر زمین واپس نہین گیا تھا بلکہ بذ کے کھنڈرون ہی مین ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ علی کے واپس آتے ہی بے اختیار سجدے مین گر پڑا۔ پھر سر اُٹھا کے کہا "خدا نے مجھے سرخرو کیا۔ بھیجنے کو تو مین نے آپ کو روانہ کر دیا۔ مگر ہر وقت دل پر ایک ہول سی طاری رہتی تھی۔ اور طرح طرح کے اندیشے اور خطرے آنکھون کے سامنے پھرتے تھے۔ کبھی ڈرتا کہ ایسا نہ ہو بابک کے بہت سے آدمی آپ کو گھیر کے پکڑ لین۔ کبھی خوف ہوتا کہ ایسا نہ ہو بابک وہان سے غائب ہو گیا ہو اور آپ لوگ جنگل مین پھنس کے راستہ بھول گئے ہون۔ خیر خدا نے بڑا فضل و کرم کیا۔ اب یہ بتائیے کہ کامیاب و بامراد واپس آئے ہو؟"

علی۔ "الحمد للہ کہ ہمارا یہ سفر کامیاب رہا۔ بابک کو خبر بھی نہ ہوئی اور ہم اُس کے سر پر پہونچے۔ ریحانہ کو بڑی مشکلون سے بچایا اور اُس کے پنجۂ ستم سے چھڑایا۔ اور اُس کے تمام ہمراہیون کو گرفتار کر لیا۔

مگر افسوس خود بابک ہاتھ سے نکل گیا اور خدا جانے کس جھاڑی مین جا چھپا کہ لاکھ ڈھونڈھا اور دو دن تک اُس کی تلاش مین سرگردان رہے مگر کہین پتہ نہ لگا۔"

افشین ۔ "ریحانہ کو تو لے آئے؟"

علی ۔ "جی ہان وہ ہمارے ساتھ آئی ہین۔"

افشین ۔ "اور ماہ آفرید کا بھی کہین پتہ ہے؟"

علی ۔ "اُسے بھی پکڑ لائے ہین۔"

افشین ۔ "تو کہیے کہ پوری کامیابی ہوئی ۔ رہا بابک تو وہ تنہا بھاگا ہے مل ہی جائیگا۔ جنگل مین کب تک بیٹھا رہے گا۔ ایک دن نکلیگا ضرور۔ نکلا اور پکڑا گیا۔"

اب تمام لوگ سُرنگ سے باہر نکل آئے تھے۔ افشین نے بڑھ کے عالیہ کو کامیابی پر مبارکباد دی۔ اور ریحانہ کے سامنے ادب سے سر جھکایا اور کہا "شاہزادی ریحانہ کی خدمت مین آداب جس کی جبین اقبال پر اس فتح و کامرانی کا سہرہ بندھنا چاہیئے۔"

یہ رات افشین کے مختصر پڑاؤ مین بڑی مبارک رات تھی۔ سب خوش تھے اور اپنی اقبالمندی و کامیابی پر شاد و فرحان تھے۔ علی اور عالیہ نے افشین سے ساری سرگذشت شرح و بسط کے ساتھ بیان کی۔ اور وہ اُسے نہایت لطف کے ساتھ سُنتا رہا۔ یہان تک کہ کھانا کھا کے سب نے آرام کیا۔ اور صبح ہوتے ہی ان سب لوگون نے برزند کی راہ لی۔

چودھوان باب

بابک بے خانمان

بابک خرمی کا یہ واقعہ ہوا کہ علی بن فضل کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی وہ ایک جھاڑی مین جا چھپا اور جھاڑیون ہی جھاڑیون کوئی ایک فرلانگ تک چلا گیا۔ اس کے بعد جنگل کے اندر ہی اندر وہ ایک پہاڑ کی بلندی پر چڑھنے لگا۔ اور وہان ایک غار مین چھپ کے بیٹھ رہا۔ تین چار روز تک اُس نے جنگلی پھلون پہ بسر کی۔ چوتھے دن اُسی غار نما مکان کے قریب آیا جسے اُس نے اپنی جائے پناہ قرار دیا تھا۔ وہان دیکھا تو دروازے پر اُس کے رفیق کی لاش پڑی سڑ رہی تھی جو دشمنون کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ غار کے اندر جا کے جو دیکھا تو کوئی چیز نہ تھی جو کچھ نقدی سرمایہ اُس کے اندر تھا اُسے حملہ آور لے گئے۔ نہ کوئی

رفیق سفر رہا۔ نہ سامان سفر۔ مگر وہ نہایت ہی عاقبت اندیش اور ہوشیار شخص تھا۔ تھوڑی سی اشرفیاں اسی وقت کے لیے غار سے تھوڑے فاصلے پر ایک جھاڑی کے نیچے چھپا کے گاڑ دی تھیں۔ اُنھیں کھود کے نکالا۔ کمر سے باندھا۔ اور جنگل کے اندر ہی اندر مغرب کی طرف چل کھڑا ہوا۔

مگر اُسے رہتا نہ اور راہ آفرید سے چھٹنے کا بڑا رنج تھا۔ جہاں تھک کے بیٹھتا دو گھڑی لیٹتا تو دل کی بھڑاس نکال کے آگے کی راہ لیتا۔ یہ رونا بھی اس وجہ سے تھا کہ تنہا تھا اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ ورنہ اس قدر ضابطہ و مستقل مزاج آدمی تھا کہ مجال کیا کہ کسی کے سامنے وہ کسی بات کا افسوس کرے۔ یا اپنے دل کی کمزوری کسی پر ظاہر ہونے دے۔

اس جنگل میں گزرنا آسان کام نہ تھا ایک میل کا راستہ ایک منزل کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کے معلوم ہوتا۔ اور ان گھیر درختوں سے ٹکراتے اور جھاڑیوں میں اُلجھتے رہنے کے بعد اگر دو میل زمین بھی طے ہو جاتی تو بڑی خوش نصیبی تھی۔ اور یہ بھی خاص بابک کے لیے تھا جو اس جنگل کے تمام مقاموں اور اس کی کل گزرگاہوں سے خوب واقف تھا۔

روانہ ہونے کے چھٹے روز وہ جنگل کے اندر ایک چشمے کے کنارے پانی پی کے بیٹھا تھا کہ گرد کے درختوں میں کسی کی آہٹ معلوم ہوئی۔ فوراً اُٹھ کے ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ اور دیکھنے لگا کہ یہ کون ہے۔ دوست ہے یا دشمن؟ اتنے میں دو شخص آئے۔ پانی پیا۔ اور بیٹھنے لگے۔ بیٹھتے وقت ایک کی زبان سے نکلا "اے خداوند یزدان مظہر بابک۔ اب تو ظالم یہودیوں نے بہت ستا رکھا ہے۔ ظاہر ہو جیے۔ روحانی زور دکھائیے۔ اور ایسا کیجیے کہ ہمارے دشمن ذلیل و خوار ہوں اور ہم اُن سے پورا انتقام لے لیں۔"

دوسرا: "کاش کہیں وہ اپنا جلوہ دکھاتے اور ہم اُنھیں اُن کے بھائی کے پاس پہونچا دیتے جو اُن سے ملنے کے شوق میں بے صبر ہیں۔"

یہ سُن کے بابک کو اطمینان ہوا۔ اپنی صورت متین و بے پروا بنائی۔ اور سامنے آ کے کہا "تمھاری دعا قبول ہوئی۔ اور میں تمھاری خواہشیں پوری کرنے کے لیے موجود ہوں۔"

اُس کی صورت دیکھتے ہی دونوں خرمی سجدے میں گر پڑے۔ پھر بڑھ کے قدم چومے اور اُس کے حکم سے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

بابک: "کیا چاہتے ہو؟ اور مجھے کیوں یاد کیا؟"

پہلا خرمی: "اس لیے کہ حضرت کی برکت سے ہم مسلمانوں سے اپنا انتقام لیں۔"

بابک: "یہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ مگر میری مرضی یوں ہے کہ میں حفاظت سے رومیوں کے ملک میں پہونچا دیا جاؤں۔

اور وہان سے خروج کرکے ان یہودیون کا جنھین سب مسلمان کہتے ہین خاتمہ کردون "

پہلا خرمی "مین حضرت کے قدمون سے وابستہ ہون ۔ اور قسطنطنیہ تک خدمت کرتے چلنے کو حاضر ہون "

دوسرا خرمی "مگر حضور اپنے بھائی ماہک کو ساتھ لے لین جو اسی جنگل مین حضرت کے انتظار مین پاؤن توڑے بیٹھے ہین ۔ اور مجھے حضور کی تلاش مین بھیجا ہے "

بابک "مجھے اُن کے پاس لے چلو ۔ اور جب پانچ ہزار خرمی میرے ساتھ ہو جائین گے تو مین اس جنگل کے باہر قدم نکالون گا "

پہلا خرمی "اتنے جان نثار خرمی تو غالباً اسی جنگل کے اندر تلاش کرنے سے مل جائین گے مگر جنگل ہی جنگل ہم ارمن تک چل سکتے ہین "

بابک "ہان اپنے بھائی ماہک سے مل کے اور تمھین ساتھ لے کے مین ارمن کے علاقے ہی مین چل کے ٹھہرون گا ۔ اور جب وہان پانچ ہزار خرمیون کی تعداد پوری ہو جائیگی تو آگے قدم بڑھاؤن گا "

یہ کہہ کے بابک دوسرے خرمی کے ساتھ اُس طرف روانہ ہوا جہان اُس کا بھائی چھپا ہوا تھا اور دوسرا خرمی روانہ ہوا کہ اس جنگل مین جتنے خرمی ملین اُن کو ساتھ لے کے ارمن مین اُس کے پاس حاضر ہو۔

چوتھے روز بابک اپنے چھوٹے بھائی ماہک سے ملا۔ یہان ماہک کے ساتھ بابک کا دوسرا بھائی شابک بھی موجود تھا اور ان تینون کی مان برجبین خت بھی چھوٹے بیٹے کے ساتھ آکے بابک کے پہونچنے کا انتظار کر رہی تھی ۔ اور اُن کے ساتھ دو چار عورتین اور بارہ تیرہ خرمی بھی ادھر اُدھر سے آکے جمع ہو گئے تھے ان لوگون کے پاس کھانے پینے کا تھوڑا بہت سامان تھا۔ شراب ارغوانی کی چھاگلین تھین یہ سب جنگل کے اندر ایک گھاٹی کے گھونگھٹ مین مقیم تھے اور بابک کا انتظار کر رہے تھے منجھلا بھائی ماہک بڑے یزدان مظہر بھائی کی صورت دیکھتے ہی اُٹھ کے گلے سے لپٹ گیا اور بھائی کی موجودہ شکستہ حالی و نامرادی دیکھ کے زار و قطار رونے لگا مگر بابک نے اُسے ڈانٹ کر روکا اور کہا "رونے کی کون بات ہے تکلیفین اور مصیبتین دنیا مین اچھے لوگون ہی کے لیے ہین اور اُن کا کام ہے کہ اُن کو بشاشت و مسرت سے برداشت کرین ۔ تم جو اس حالت کو دیکھ کے روتے ہو یہ تمھاری انسانی کمزوری ہے مگر مجھ مین یزدانی روح ہے مین یزدان پاک نہاد کا مظہر ہون ۔ اس لیے راحت و تکلیف دونون کیفیتین میرے لیے یکسان ہین مین نہ راحت پا کے خوش ہوتا ہون ۔ نہ رنج و الم سے مجھے غم ہوتا ہے میرے سامنے نہ روؤ ۔ اور نہ یہ خیال کرو کہ ان باتون کو مین ہمدردی سمجھون گا ۔ اگر میرے بھائی ہو تو میرے ساتھ چلو ۔ اور خوشیان مناتے ہوئے چلو ۔ اور یاد رکھو کہ اگر مین مظہر یزدان ہون تو یہودیون کو اس کفر و طغیان کی سزا دون گا اور اُن سے ان مظالم کا انتقام لیا جائے گا "

اُس کی یہ تقریر سُن کے بابک نے دل سے رنج و الم کو نکال ڈالا۔ شراب کی ایک بڑی چھاگل نکال کر سرہے
بھائی کے سامنے پیش کی جسے اُس نے اُنڈیل اُنڈیل کے پینا شروع کیا اور اظہارِ شکر گزاری کے پیمان اور
بھائیوں کے جامِ صحت سے مے کشی کا آغاز کیا۔ اور جب سُرور آنے لگا تو دوسرے بھائی اور ماں سے ملا۔ بچھڑ رہے تھا
سے دو ایک باتیں کیں اور مے کشی میں ہمہ تن مصروف ہو گیا مسلسل دو دن تک پیتا رہا چوتھے روز جب شراب ختم ہو گئی
تو ان سب کو ساتھ لے کے مُلکِ آرمن کی راہ لی۔

جاتے جاتے معلوم ہوا کہ آگے راستہ ایک بستی میں سے ہو کے گیا ہے۔ اپنے ایک رفیق کو بھیجا کہ دیکھو یہاں کوئی
دشمن تو نہیں ہے۔ وہ دُور ہی دُور سے اور درختوں کی آڑ سے دیکھ بھال کے واپس آیا اور بتایا کہ مسلمانوں کا ایک پورا
رسالہ بستی میں پڑا ہوا ہے۔ مگر وہ سب لوگ تو راستے سے ہٹ کے ایک مرغزار میں ہیں مگر اُن کے چار سوار عین سرِ راہ
راستہ روکے کھڑے ہیں۔ یہ سُن کے بابک سب کو لے کے درختوں اور جھاڑیوں میں چھپتا ہوا اُن سواروں کے قریب
پہونچا۔ اور خود ہی آڑ میں بیٹھ کے ان لوگوں کی حالت دیکھتا رہا۔ مگر تین دن تک اُن کو ایسا مستعد و ہوشیار پایا کہ
نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چوتھے دن ٹھیک دوپہر کے وقت چاروں سوار ایک درخت کے سائے میں لیٹ کے سو گئے۔ یہ
دیکھتے ہی وہ تمام رفقا کو لے کے جنگل سے نکلا اور بڑی تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا چلا کہ اُس دوسرے جنگل میں داخل
ہو جائے جو آرمن تک چلا گیا ہے۔ اس گروہ کے جاتے ہی ایک جنگلی جاسوس نے سپاہیوں کو ہوشیار کر کے ان لوگوں
کے گزرنے کی خبر کی۔ اور انھیں یقین ہو گیا کہ بابک کے سوا یہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ فوراً دوڑ کے اپنے سپہ سالار ابو الساج
کو خبر کی جو افشین کے حکم سے اس لشکر کو لیے یہاں پڑا تھا۔ ابو الساج نے فوراً تعاقب کا حکم دیا اور سارا لشکر گھوڑوں
پر سوار ہو کے مفرورین کے تعاقب میں چل کھڑا ہوا۔

بابک یہاں سے جا کے مع اپنے تمام ہمراہیوں کے ایک نہر کے کنارے ٹھہرا تاکہ کچھ کھا پی کے آگے بڑھے۔
ناگہاں دُور پر سوار آتے دکھائی دیے جو سرپٹ گھوڑے دوڑاتے اور ہوا سے باتیں کرتے چلے آتے تھے۔ بابک نے جیسے ہی
اُن لوگوں کو آتے دیکھا مع اکثر رفقا کے بے اختیار بھاگا۔ ایک میل کی مسافت طے کر کے اُس جنگل تک جا پہونچا جس میں
جانا چاہتا تھا۔ اور اُس کی جھاڑیوں میں چھپتے ہی نظر سے غائب تھا۔ مگر عورتیں نہ بھاگ سکیں اور اُن کے
بچانے کی کوشش میں بابک کا بھائی شابک نہ بھاگ سکا۔ چنانچہ اُن لوگوں کو ابو الساج کے ہمراہی سواروں
نے آ کے گھیر لیا۔ اور سب مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے جن میں سب سے زیادہ اہمیت بابک کی ماں اور
اُس کے بھائی کو تھی جو پوری حراست کے ساتھ فوراً افشین کے پاس بھیج دیے گئے۔

اب بابک آرمن کے پہاڑوں میں چھپتا ہوا جا رہا تھا مگر جس جگہ کہیں باہر نکلنے کا قصد کرتا یہی سُنتا کہ
دشمن راستہ روکے ہوئے ہیں اور ہر جانب پوری ناکہ بندی ہے۔ آٹھ روز تک پہاڑوں میں ٹکراتے رہنے کے بعد

کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا۔ اور وہ اور اُس کے کُل ہمراہی بھوک سے بیتاب ہوئے۔ اتنے میں نظر آیا کہ جنگل کے کنارے ایک کھلے مرغزار میں چند کسان جا بجا بیٹھے اپنے کھلیانوں کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ فوراً اپنے ایک بابکی رفیق کو کچھ دینار دیے اور کہا "ان سے جا کے غلّہ لے آؤ۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ کس نے مانگا ہے تو کہہ دینا کہ ہمارے آقا نے مانگا ہے۔ یہاں کے لوگ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔ مجھے دیکھ بھی لیں گے تو مضائقہ نہیں۔"

وہ بابکی جو ہتھیار لگائے تھا گیا اور ایک کسان سے غلّہ مانگا۔ اُس کسان کا ایک شریک زراعت دور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے جو ایک مسلح آدمی کو اپنے رفیق سے مانگتے دیکھا تو دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی فوجی آدمی ہے جو میرے شریک سے زبردستی غلّہ چھیننا چاہتا ہے۔ فوراً اُن سواروں کے پاس دوڑا گیا جو اس راستے کے روکنے کے لیے یہاں مامور تھے۔ اور خبر کی کہ ایک سپاہی ہمارا غلّہ لوٹے لیے جاتا ہے۔ یہ سوار فوراً سوار ہو کے چلے۔ اور ایک سوار کو اپنے افسر یعنی حاکم ابن سنباط کے پاس دوڑایا۔ جو افشین کے حکم سے قریب ہی ایک دوسری گذرگاہ روکے پڑا تھا۔ چنانچہ وہ بھی اپنے سواروں کے ساتھ یہاں آ پہونچا۔ اور اُس بابکی شخص کو پکڑ لیا۔ اُس نے کہا "میں نے تو کوئی جبر و تشدّد نہیں کیا۔ قیمت دے کے غلّہ لیا ہے۔"

ابن سنباط: "یہ تم کس کے واسطے لیے جاتے ہو؟"

بابکی: "اپنے آقا کے لیے جو یہاں قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

ابن سنباط: "تو ہمیں اُن کے پاس لے چلو تاکہ تمھاری سچائی ثابت ہو۔"

بابکی: "چلیے۔ وہ ایک معمولی شخص ہیں۔ خراسان سے آئے ہیں اور مغربی شہروں کو جا رہے ہیں۔" یہ کہہ کے وہ ابن سنباط کو بابک کے پاس لے گیا۔ ابن سنباط نے جا کے اُس کے آقا کی صورت دیکھی تو پہچان گیا کہ بابک ہے۔ دیکھتے ہی گھوڑے سے اُتر پڑا۔ دوڑ کے اُس کا ہاتھ چوما۔ اور نہایت ہی ادب و عاجزی سے پوچھا "حضرت نے ادھر کہاں کا قصد کیا؟"

بابک ۔ (یہ سمجھ کے کہ یہ میرا معتقد اور میرے مذہب کا پیرو ہے) "میں سرزمین روم کو جاتا ہوں۔"

ابن سنباط: "یہ غلام بھی حضرت کے کفش برداروں میں ہے۔ اور بہ ادب تمام عرض کرتا ہے کہ اس خادم سے زیادہ حق شناس و قدر دان خادم حضرت کو کہیں نہ ملے گا۔ یہ خاکسار فرمان روائے ارمن ہے۔ اور حضرت جانتے ہیں کہ ہماری سرزمین کو خلافت عباسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

بابک: "ہاں مجھے تمھاری آزادی کا حال معلوم ہے۔ اور تمھاری دینداری و عقیدت مندی دیکھ کے میں بہت خوش ہوا۔"

ابن سنباط: "اور اس غلام ہی پر کیا موقوف ہے۔ اس علاقے کے تمام سردار حضرت کے خادم اور

بابک یزدان مظہر کے حلقہ بگوش ارادت ہیں"

بابک "میں ہمیشہ انھیں اپنا دوست سمجھتا ہوں اور ان کے حال پر مہربان ہوں"

ابن سنباط "اور حضور کیوں نہ مہربان ہوگے؟ یہاں کا کون سا گھرانہ ہے جس میں حضرت نے اپنی محبت کی تخم پاشی نہ کی ہو؟ اور جس میں اپنی آل اولاد نہ پیدا کرادی ہو"

بابک "میں اسی طریقے سے یزدانی برکتوں کو اپنی امت میں پھیلاتا ہوں - یہ فقط محبت یا برکت کی تخم ریزی نہیں دین کی تخم ریزی ہے جو ہر ملک اور ہر امت میں میرے دین برحق کو نشو و نما دیتی ہے"

ابن سنباط "تو پھر حضور ہم غلاموں کو چھوڑ کے روم میں کیوں جاتے ہیں؟"

بابک "اس لیے کہ وہاں میرے حکم کے مطابق ان یہودیوں سے انتقام لیا جا رہا ہے۔ میں جا کے اس آتش انتقام کو اور بھڑکاؤں گا - اور ان کافر یہودیوں کو قتل کرتا ہوا یہاں آ کے تمھیں اپنے مذہب برحق کے اوج و عروج کا تماشا دکھاؤں گا"

ابن سنباط "اچھا تو حضور ہفتہ دو ہفتہ یہاں قیام فرما کے اور اپنے اس غلام کی عزت افزائی کر کے جائیں - میرے لیے یہ کتنی بڑی بدنصیبی کی بات ہے کہ حضور یہاں رونق افروز ہوں اور اس خادم کو اپنے قدوم سے محروم رکھیں؟ یہ نہ ہوگا - چند روز تو حضرت میرے یہاں مہمان رہیں"

الغرض بے انتہا خوشامد کر کے ابن سنباط بابک کو اپنے قلعے میں لے گیا - جو وہاں سے قریب ہی تھا -

---

پندرھواں باب

خود اپنے قیدی کا اسیر

قلعے کے اندر جا کے جب بابک نے دیکھا کہ ابن سنباط اور اس کے تمام سپاہی اور ملازمین میری حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں تو اسے دل میں یقین ہو گیا کہ یہ میرا سچا معتقد اور میری خدائی کا قائل ہے -

---

ع بابک نے مزدک کے اس اصول کو اختیار کر لیا تھا کہ جس عورت کو وہ پسند کرے چاہے وہ کتنے ہی بڑے معزز گھرانے کی خاتون اور کیسے ہی عالی مرتبہ رئیس کی منکوحہ بی بی ہو اس پر حلال ہے - اس کا ایک مدت سے معمول چلا آتا تھا کہ جب کسی شہر یا قلعے کے حاکم یا رئیس کی جورو کو خوبصورت سنتا بلوا بھیجتا - اگر اس نے خوشی سے بھیج دیا تو خیر ورنہ ڈاکہ زنی کے ذریعے سے وہ قتل کرایا جاتا اور اس کی جورو کھچوا منگا کے قید کر لی جاتی - یہ کارروائی اپنے پیروؤں تک محدود نہ تھی ہر مذہب ہر قوم و وطن کے ناموس پر دست درازی ہوتی -

دوسرے دن اپنی عنایت و شفقت کا بیحد اظہار کر کے کہنے لگا "میرا ایک معتقد جو یہودی حکومت کے خوف سے بظاہر پیچھے ہٹا ہوا ہے قلعۂ استقفالوس میں رہتا ہے۔ وہ قلعہ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

ابن سنباط "زیادہ دور نہیں۔ حضرت کی مراد غالباً میرے عزیز عیسیٰ بن یونس سے ہوگی جو وہاں کا حاکم ہے؟"

بابک "ہاں ہاں وہی۔ اُس کی بیوی کو میں نے خوبصورت حسن کے بلوایا تھا اور اُس نے بڑی خوشی سے بھیج دیا تھا۔ اُس کی اس بے عذر فرمانبرداری سے مجھے یقین ہو گیا کہ دل میں وہ میرا معتقد ہے۔"

ابن سنباط "تو اُسے بلا بھیجوں کہ یہاں آ کے قدمبوس ہو؟"

بابک "اُسے میرے آنے کا حال معلوم ہوگا تو شکایت ہوگی کہ میں اُس سے کیوں نہ ملا۔ اور پھر اپنے یہاں بھی مجھے بلا کے اپنا مہمان کرنا چاہے گا۔"

ابن سنباط "تو کیا مضائقہ ہے۔ کم از کم ایک مہینہ یہاں قیام فرما کے چند روز کے لیے حضرت وہاں بھی چلے جائیں۔"

بابک "نہیں۔ فی الحال اتنے دنوں ٹھہرنے کی مجھے فرصت نہیں ہے۔ بہتر یہ ہو کہ بجائے اُسے یہاں بلانے کے آپ میرے بھائی بابک کو قلعۂ استقفالوس پہنچا دیں تا کہ کہنے کو ہو جائے کہ وہاں اگر میں خود نہ جا سکا تو اپنے بھائی کو بھیج دیا۔"

ابن سنباط "نہایت مناسب ہے۔ اور اس کا میں اسی وقت انتظام کیے دیتا ہوں۔" چنانچہ دوسری روز ابن سنباط نے شابک کو عزت و حفاظت کے ساتھ قلعۂ استقفالوس میں بھیج دیا۔ اور خود بابک ابن سنباط کے قلعے میں شہر ابین پی پی کے بدمستیاں دکھانے اور عیش و طرب کی محفلیں گرم کرنے لگا۔

اب بابک کو ابن سنباط کے قلعے میں رہتے چار ہفتوں کے قریب ہو گئے۔ ایک دن ابن سنباط نے اُس سے ادب کے ساتھ ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "اس وقت تک حضور قلعے کے اندر ہی عیش و طرب میں مشغول رہے مگر ایک ہی حالت میں پڑے پڑے دل اُکتا گیا ہوگا۔ آج تشریف لے چلیے کے شکار میں دل بہلائیں تو اچھا ہو خادم شکار کو روز جایا کرتا تھا مگر جب سے حضرت تشریف لائے ہیں۔ نوبت نہیں آئی۔ حضرت تشریف لے چلیں تو آپ کے طفیل میں یہ غلام بھی سیر و شکار کا لطف اُٹھا لے گا۔"

بابک "ضرور چلو۔ میرا بھی جی چاہتا تھا۔"

اسی دن سہ پہر کو دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کے قلعے سے نکلے اور کوہ و صحرا کی طرف چلے۔ اور چند میل گئے تھے کہ ایک گھاٹی میں پہنچے۔ اُس کے اندر پہنچ کے کیا دیکھتے ہیں کہ اُس گھاٹی سے

کٹ کے داہنے بائین دونون پہلوؤن پر دو گھاٹیان گئی ہین اور جیسے ہی یہ عین چوراہے پر پہونچے دونون طرف سے دو رسالے نکل پڑے۔ جنھون نے آناً فاناً مین آ کے ابن سنباط اور بابک کو گھیر لیا۔ مخالفت کی کسی کو کیا مجال تھی۔ دونون نے مجبور ہو کے اپنے آپ کو اُن سوارون کے حوالے کر دیا۔ اب حملہ آور رسالون کا ایک نقاب پوش سوار نے بڑھ کے بابک سے کہا "گھوڑے سے اُترو!" بابک نے کہا "پہلے یہ بتا دو کہ تم کون لوگ ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

سوار ۔ "مین خلافت عباسی کا ایک ادنیٰ خادم ہون۔ اور میرے ساتھ یہ افشین کی فوج کے نامور سردار ابو سعید ہین۔ ہم فقط تم کو چاہتے ہین اور کچھ نہین"

اس وقت بابک کی نظر ابن سنباط کے چہرے پر پڑی جسے نہایت مطمئن پایا۔ اور قیامت یہ ہوئی کہ وہ مسکرا بھی رہا تھا۔ فوراً دل مین سمجھ گیا کہ یہ سب اسی ارمنی سردار کی سازش ہے۔ مجبوراً گھوڑے سے اُترا۔ اور اُترتے ہی ابن سنباط کی طرف دیکھ کے بولا "دغاباز ابن سنباط۔ سارا فساد تیرا ہی۔ مین نہین جانتا تھا کہ تو مجھے دغا دے گا۔ کمبخت بدنصیب۔ تو نے مجھے بہت سستے داموں ان یہودیون کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اگر تجھے مال و زر کا لالچ تھا تو جتنا یہ لوگ دینگے اُس کی دونی رقم تو مجھ سے لے لیتا۔ مگر افسوس تو نے میرے قدر نہ کرنے کے ساتھ اپنا نقصان بھی کیا"

ابن سنباط ۔ "آپ نے جس قسم کا سلوک اکثر قلعہ دارون اور سردارون کے ساتھ کیا ہے اُس کا اس سے بہتر معاوضہ کیا ہو سکتا ہے؟ جیسی عزت افزائی آپ ہم لوگون کی کرتے رہے ہین اُس سے زیادہ آپ کی قدر افزائی سپہ سالار عرب افشین اور امیر المومنین المعتصم باللہ فرمائین گے"

بابک ۔ (اُس نقاب پوش سوار کی طرف دیکھ کے جو اُسے گرفتار کرنا چاہتا تھا) "مگر یہ معلوم ہو کہ آپ کون ہین؟" نقاب پوش نے یہ سنتے ہی اُس کی طرف مُنھ کر کے ایک لمحہ بھر کے لیے چہرے پر سے نقاب ہٹائی اور پھر ڈال لی"

یہ صورت دیکھتے ہی بابک ایک دم کے دم کو مبہوت و متحیر رہا۔ پھر بولا "اگر تم میری گرفتار کرنیوالی ہو تو مجھے خوشی سے گرفتار ہونا منظور ہے۔ پہلے بھی تمھاری زلف گرہگیر کا اسیر تھا اور اب بھی ہون مگر تمنا کرتی ہین کہ مجھے اپنے سوا اور کسی کے سپرد نہ کرتین"

نقاب پوش ۔ "جتنا تم نے میرے ساتھ کیا ہے اُس سے زیادہ کی مجھ سے اُمید نہ رکھو"

بابک ۔ (ایک آہ سرد کے ساتھ) "افسوس ریحانہ تم نے میری محبت کی قدر نہ کی۔ مین تمھارا

عاشق تھا- اور اگر تم میرے کہنے پر چلتین تو مین تم کو دنیا کی سب سے بڑی صاحب سطوت ملکہ بناتا
بغداد مین اگرچہ تم اپنے بادشاہ کی ہم قوم وہم نسب ہو مگر پھر بھی لونڈی ہو- اور اپنے ساتھ تم نے
مجھے بھی اُس کا غلام بنا دیا- مگر میرے یہان سب کی مالک اور سارے عجم کی ملکہ تم ہوتین- مین
برائے نام تمھارا سردار ہوتا- لیکن اصل مین [illegible] بھی تم ہی حکومت کرتین-"

ریحانہ:- "یہ دین دیکھا بابک بیہودہ بک- اپنی حالت واصلیت دیکھ اور آسمان سے
تارے توڑ لانے کی ہوس (جو خاک مین ملی پڑی ہے) اپنے دل سے نکال- عجمی پہاڑون کا ایک بے دین
شرابی اور محترم نسل عباس سے ہمسری پیدا کرنے کی ہوس! اور پھر اُس ہوس کے پورا کرنے کا طریقہ
یہ کہ بغاوت ڈکیتی اور چوری کے ذریعے سے عالی نسب جورو حاصل کی جائے- ہاں تو تو اپنی زندگی پوری کر چکا
مگر تیرے واقعے سے تیرے ہم مذہبون اور ہم وطنون کو شادی کا پیغام دینے اور شریف بی بی حاصل کرنے کا
سبق مل جائیگا- بس اب زیادہ تضیع اوقات نہ کر- اور تیری قسمت مین جو انجام لکھ دیا گیا ہے اُس کی طرف چل"

اب بابک کے لیے مجال گفتگو نہ تھی- اُسی عورت کا اسیر بن کے جو اُس کے پنجۂ ستم کا شکار رہی ہوئی تھی برزند کی طرف روانہ ہو گیا-

اُس کے گرفتار ہونے کا اصلی سبب یہ ہوا کہ ابن سنباط نے ایک طرف تو اُسے فریب دے دے کے
بھلاوے مین ڈالا- اور اپنے قلعے مین محفوظ رکھا- اور دوسری طرف اُسی دن جس روز اُس کو اپنے
قلعے مین لے گیا افشین کے پاس اپنے سوار دوڑائے اور لکھا کہ آپ اپنے افسرون کو بھیجیے مین بابک کو
پکڑوا دونگا- افشین نے فوراً ابو سعید کو روانہ کیا- مگر اُس کے چلتے وقت ریحانہ نے اصرار کیا کہ مجھے بھی
ابو سعید کے ساتھ جانے دیجیے- مین چاہتی ہون کہ وہ میرے ہاتھون گرفتار ہو- اور اُسے اپنا اسیر بنا کے مین
امیر المومنین کی خدمت مین لیجاؤن- افشین نے پہلے تو اس سے اختلاف کیا- مگر جب ریحانہ کی طرف سے
زیادہ اصرار ہوا تو اُسے قبول کر لینا پڑا-

غرض ابو سعید اور ریحانہ برزند سے روانہ ہو کے ایک ہفتے مین ابن سنباط کے پاس پہونچ
گئے- اُس نے یہ تدبیر بتائی کہ مین بابک کو شکار کے بہانے لا کے فلان گھاٹی مین پہونچاؤنگا آپ
دونون اپنے سوارون کے ساتھ وہان پہلے سے موجود رہیے- اور جیسے ہی مین اُسے لے کے پہونچون
اُس کو گرفتار کر لیں- چنانچہ یہی ہوا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین-

بابک جب برزند کی طرف روانہ ہوا تو ابن سنباط نے اپنے حقوق کا خیال دلانے کے لیے
اپنے بھائی معویہ کو بھی اُس کے ساتھ کر دیا اور زبردست رسالون کی حراست مین بابک

طوق و سلاسل پہنے برزند کے قریب پہونچا۔ ایک سوار ایک منزل آگے بھیج دیا گیا جس نے بابک کے آپہونچنے کی خبر کی۔

افشین نے فوراً برزند کے باہر ایک پہاڑی کی چوٹی پر اپنا تخت بچھوایا۔ اور معزز و نامور سرداروں کے ساتھ وہاں جاکے اپنے نامور قیدی کے انتظار مین بیٹھ گیا۔ برزند سے اُس پہاڑی کے آگے تک سڑک کے دونون جانب اپنی فوج کھڑی کر دی۔ وہ تمام پیدل اور سوار جو بذ کی فتح مین شریک تھے سب پورے ہتھیار لگا کے اور صف باندھے کھڑے تھے۔ جب بابک اُس پہاڑی کے دامن مین پہونچا تو افشین اُتر کے اُس سے ملا۔ اور حکم دیا کہ جہان سے عساکر خلافت کا سلسلہ شروع ہوا ہے بابک گھوڑے سے اُتر کے برزند تک پا پیادہ جائے۔ فوراً اس حکم کی تعمیل مین بابک گھوڑے سے اُتار دیا گیا اور اُس کا جلوس یون چلا کہ سب کے آگے منہ پر نقاب ڈالے ریحانہ تھی پھر ابوسعید اور ابن سنباط کا بھائی معویہ گھوڑون پر سوار تھے۔ اُن کے پیچھے ہزار سوارون کا ایک رسالہ تھا۔ اُس کے بعد بابک خرمی تھا جو اندار زنجیرین کھڑکھڑاتا اور تنگ بیڑیون کی وجہ سے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا تھا۔ اور ابن سنباط کے پچاس مسلح سپاہی اُس کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے۔ اُس کے پیچھے ہزار سوارون کا دوسرا رسالہ تھا۔ یہ دونون رسالے وہی تھے جنھون نے ابوسعید اور ریحانہ کے ساتھ جاکے اُسے گرفتار کیا تھا۔

اب قبل اس کے کہ بابک برزند کی شہر پناہ مین داخل ہو افشین وہان کے قصر امارت مین جا پہونچا اور دربار کے کمرے مین ایک بلند مسند پر بیٹھ گیا۔ پھر علی بن فضل۔ عالیہ۔ اور ریحانہ جو اعزائے خلافت مین تھے۔ اُسی مسند پر افشین کے داہنے بائین بیٹھے۔ اُس کے بعد معویہ ابن سنباط اور تمام سرداران فوج مسند کے نیچے اپنے اپنے رتبے کے مطابق بیٹھ گئے۔ بہت سے افسران فوج عباسی علم اور نیزے اور برچھے ہاتھون مین لیے کے بجا بجا کھڑے ہو گئے۔ اور اس عالی شان دربار مین بابک مع اپنی مان اور اسیر شدہ بیٹون اور بیٹیون کے لایا گیا۔ یہ سب پابزنجیر تھے۔ اور اُن کے زرق برق طوق و سلاسل نے دربار کی رونق بے انتہا بڑھا دی تھی۔ اُس کی زنجیر تھامے ہوئے معویہ بن سنباط تھا جو گویا اُسے افشین کے سامنے پیش کرنے کو لایا تھا۔

بابک نے مسند کے قریب پہونچ کے کہا "السلام علیک" مگر ساتھ ہی دربار کے عرض بیگی نے ڈپٹ کے کہا "ادب سیکھ" اور زبردستی سر جھکا کے زمین بوس کرا دیا۔

افشین "مین اس قابل نہین کہ کوئی میرے سامنے زمین چومے مگر ایسے باغی و طاغی کی ادب آموزی

کے لیے جائز ہے۔ (بابک سے) اب بتا تو مظہر یزدان ہے یا مظہر شیطان؟ خدا ہے یا بندہ؟ آزاد ہے کہ امیر المومنین آل عباس کا غلام؟"

بابک :- تجھے اس سے کیا غرض کہ میں کون ہوں؟ مجھے تجھ سے فقط یہ کہنا ہے کہ میرے ساتھ دہی ہو رہا ہے جو ہمیشہ اعلیٰ مظہر یزدان اور ہادیان دین کے ساتھ ہوتا رہا۔"

افشین نے بابک کی اس درشت مزاجی کو ٹالا اور معتویہ بن سنباط کی طرف دیکھ کے کہا "تم نے اپنے آقا امیر المومنین المعتصم کی بہت اعلیٰ درجے کی قابل قدر خدمت کی ہے۔ میں تمھارے بھائی کی خیر خواہی کا نہایت شکر گزار ہوں۔ اور امید ہے کہ امیر المومنین بھی اُن کی بہت زیادہ عزت افزائی کریں گے۔ سردست اس موذی ظالم کو یہاں تک لے آنے کے صلے اور انعام میں تم کو میں ایک لاکھ درہم دیتا ہوں۔ حکم ہوتے ہی لوگوں نے درہموں کے توڑے لا کے معتویہ کے سامنے رکھ دیے اور وہ اظہار شکر گزاری میں آداب بجا لا کے اور ہمیشہ ایسے ہی خدمات انجام دینے کا وعدہ کر کے داہنی جانب سرداران فوج کے درمیان میں بیٹھ گیا۔ اب افشین کے خدام بابک کو اُس مکان میں لے گئے جو اُس کے قیام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ اور معتویہ کے ہمراہی خادم درہموں کے توڑوں کو اُٹھا اُٹھا کے لیجانے لگے۔

اب افشین نے پھر معتویہ کی طرف رُخ کیا اور کہا "یہ انعام خاص تمھارے لیے ہے۔ اپنے دوست ابن سنباط کی نذر کے لیے میں نے دس لاکھ درہم کی رقم اور ایک مرصع ڈاب اور معززینی بطریقوں کے پہننے کا مرصع تاج تجویز کیا ہے۔ کل تمھارے ساتھ ہی یہ سب چیزیں لے کے میرے آدمی جائیں گے اور وہاں پہونچ کے اُن کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اس کے بعد امیر المومنین اپنی عنایت سے جو کچھ مرحمت فرمائیں گے وہ ان حقیر ہدیوں کے علاوہ ہوگا۔"

اس کارروائی کے بعد افشین نے قلم دوات منگوا کے بابک کی گرفتاری کا حال المعتصم کو لکھا اور ایک اور خط لکھ کے مسیحی حاکم قلعہ استفانوس عیسیٰ بن یونس کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "بابک کے بھائی شاہسا کو فوراً لا کے حاضر کرو۔"

یہ دونوں خط روانہ کر کے افشین نے تمام سرداران فوج کی طرف دیکھ کے کہا "میرے بہادرو۔ دو سال کی محنتوں، جفاکشیوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کا ثمرہ آج ہاتھ آیا ہے۔ خدا نے بہادر ہی اُن سب تکلیفوں کو رفع کر کے ہمیں اپنے سامنے اور اپنے آقا امیر المومنین کے دربار میں سُرخرو کیا۔ مگر آپ سب خوب یاد رکھیں کہ آپ کی ان جانکاہی کی کوششوں سے آج دُنیا کے ایک سب سے بڑے فتنے کا خاتمہ ہو گیا۔ جس کی وجہ سے خلافت اسلامی کی قوت ہی نہیں خود اسلام کی عظمت و حرمت اور

توحید کی نعمت و برکت خطرے مین تھی۔ بابک، جو اس وقت زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے اُس نے خدا بن کر لوگون
کے عقیدے خراب کیے۔ تمام حدود شرعی کو توڑ دیا۔ شراب شیر مادر ہو گئی۔ زنا اور حرام کاری حلال
ہو گئی۔ بدکاری و بے دینی عام ہو گئی۔ چوری و ڈاکہ زنی ہر طرف پھیل گئی۔ اور ان اطراف کی شریفون
اور معزز لوگون مین سے کوئی نہ تھا جس کی دولت لُٹ نہ گئی ہو گی اور جس کی بیوی کی عفت و حرمت پر حملہ
نہ ہوا ہو۔ کفر و طغیان اور ظلم و جور کے ایسے عالمگیر شُعلے تمام شہرون اور گاؤن مین بھڑک رہے تھے
جن کو تم نے آب شمشیر سے بُجھایا۔ یہ فتنہ مسلسل بیس سال سے قائم تھا اور اس مدت کے اندر اس ظالم
مدعی الوہیت نے جیسے جیسے مظالم کیے ہین تاریخ مین کبھی نہین سُنے گئے۔ گذشتہ بیس سال مین اس نے
بیس لاکھ پچپن ہزار پانچ سو آدمیون کی جانین لین۔ اس لیے تم دل مین سوچو کہ تم نے اپنی سلطنت
اپنے ملک۔ اپنی قوم۔ اور اپنے دین کی کتنی بڑی خدمت کی ہے۔ اگرچہ امیر المومنین کی فیاضی سے تمھین بہت کچھ
صلہ و انعام ملا۔ اور اس سے زیادہ اب ملے گا مگر تمھاری کوششون اور جانکاہیون کے مقابلے مین یہ کچھ
نہین ہے۔ اصلی معاوضہ و انعام تم کو خدا کے دربار لم یزلی سے ملے گا۔ اب مین اتنی ہی مدت تک یہان اور مقیم
ہون کہ قلعۂ استقالوس سے بابک کا بھائی آ جائے۔ اور اُدھر امیر المومنین سے مجھے دار الخلافت
مین حاضر ہونے کی اجازت ملے۔ تاکہ ان سیر کا روپیہ دین اسیرون کے ساتھ ہم خاندان عباسی کی
شاہزادیون عالیہ اور ریحانہ کو اور شاہزادہ علی بن فضل کو امیر المومنین کی آرزو و تمنا کے مطابق
شان و شکوہ اور عزت و حرمت سے لیجا کے اپنے آقا ہشتم آل عباس سے ملائین۔"

اپنی یہ تقریر ختم کر کے افشین نے دربار برخاست کیا۔ اور تمام لوگ واپسی وطن کی تیاریان
کرنے لگے۔

سولھوان باب

ماہ آفرید سے آخری ملاقات

گذشتہ واقعہ دربار افشین کو ڈیڑھ مہینہ گذر گیا۔ اور ملک مین ہر طرف امن و امان قائم ہے۔
قافلون کی آمد و رفت جاری ہو گئی۔ خراسان و ترکستان کے تاجر اور ممالک مشرق کے حجاج اطمینان
و فارغ البالی سے سفر کرنے لگے۔ اور ان کے متعدد قافلون کو ترزندگی وادیون سے گذرتے دیکھ کے افشین
بہت خوش ہوا اور بھاگی ہوئی رعایا اپنی اپنی بستیون مین آ آ کے پھر آباد ہو گئی۔
افشین کو اب دار الخلافت مین جانے کی جلدی تھی۔ خصوصاً اس لیے کہ بابک خرمی کی مان۔ بیٹے۔ بھائی

اور اُس کی بیٹیان اور جو رونین جو گرفتار تھین اور ماسوا ان کے جو تین ہزار تین سو نو نامور خرمی گرفتار ہوئے تھے اُن سب کی حراست کا نہایت سختی اور بیدار مغزی سے انتظام کرنا پڑتا۔ اور ہر گھڑی اندیشہ لگا رہتا کہ یہ لوگ پہرہ والون کو جل دے کے بھاگ نہ جائین یا ان کے طرفدارون کا کوئی گروہ کسی وقت ناگہان حملہ کر کے ان کو چھڑا نہ لیجائے۔

مگر خرابی یہ تھی کہ سات ہزار چھ سو شریف عربی و عجمی نژاد عورتین اور بچے جو بابک کی قید سے آزاد کرا دیے گئے تھے اُن کا اس وقت تک کوئی انتظام نہین ہو سکا تھا۔ ان سب کو آزاد کراتے ہی افشین نے خاص اپنی اور عمالکی حمایت مین نہایت آرام سے رکھا مشرق و مغرب کے تمام شہرون مین اشتہار دے دیا گیا کہ اتنے مظلوم لڑکے اور عورتین بابک کی قید سے چھوٹے ہین۔ جو اپنے خاندان و وطن کا پتہ بتاتے ہین اُن کے اعزا و اقارب اور اُن کے بیٹون اور شوہرون کو چاہیے کہ فوراً آ کے انھین لیجائین۔ اس کے علاوہ اُن سب کے عزیزون اور قرابت دارون کو خاص طور پر خطوط بھیجے گئے اور خود اُن کی طرف سے بھی بھجوائے گئے اِن کارروائیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آتے اور جس عورت یا بچے کو اپنا عزیز بتاتے اُسے شہادتین پیش کر کے اور اپنے تعلقات کا ثبوت دے کے بلا تامل لیے جاتے۔ کئی مہینے تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا اگر روز لوگ آ کے بہت سے بچون اور عورتون کو لیجاتے مگر پھر بھی اُن کی بہت سی تعداد باقی تھی جن کا نہ کوئی والی پیدا ہوا نہ وارث۔ اور سمجھ مین نہ آتا تھا کہ اُن کی نسبت کیا کارروائی کی جائے۔

افشین اسی فکر ہی مین تھا کہ بابک کا بھائی سنا ایک قلعہ اسطقانوس سے وہان کے مسیحی اور ارمنی سپاہیون کی حراست مین آ گیا جسے افشین نے اپنے قبضے مین لے کے اُس کے لانے والے اور بھیجنے والے حاکم اسطقانوس کو بڑی دریادلی سے انعام دیا۔ اور ماہکا کو بھی زنجیرون مین جکڑ کے بابک کے پاس بٹھا دیا۔ سب کامون سے فراغت ہو گئی اور کل باتون کا انتظام ہو گیا مگر باقی ماندہ مسلمان عورتون اور بچون کی وجہ سے اب بھی اُسے سامرہ کی طرف جو المعتصم کا دار السلطنت تھا کوچ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آخر علی بن فضل نے کہا "ان مظلوم خانمان برباد وں مین سے جتنے باقی رہ گئے ہین اُن کی کفالت و پرورش کا بار مین اپنے ذمے لیتا ہون۔"

افشین "مگر لاوارث یتیمون اور بیوون کے والی تو امیر المومنین ہین۔"

علی "امیر المومنین سب ہی کی جان و مال کے مالک ہین۔ اور انھین کی اجازت سے مین ان کو اپنی حمایت مین لون گا۔ میرا اصلی مقصد یہ ہے کہ اب اُن کے عزیزون کے انتظار مین یہان پڑا رہنا مناسب نہین ہے ان سب کو سامرے مین لے چلیے اور امیر المومنین ان کے بارے مین جو کچھ حکم فرمائین گے اُس پر عمل ہو گا

افشین ”آپ کا یہ منشا ہو تو مجھے بھی عذر نہین۔ اور امیر المومنین سے واپسی کی اجازت ملتے ہی روانگی کا قصد کرون گا۔ الحمد للہ کہ اب ہم پوری طرح کامیاب ہین۔ بابک خرمی اور اُس کے تمام اعزہ و حواری گرفتار ہو گئے۔ ریحانہ کو خدا نے اُس کے ہاتھ سے آزادی دلائی اور بڑی خوشی کی یہ بات ہے کہ اس عباسیہ شہزادی کے ناموس مین کسی قسم کا دھبّا نہین لگا۔ اُس کی محترم والدہ عالیہ بھی اگرچہ سخت زخمی ہوئی تھی مگر خدا کے فضل و کرم۔ امیر المومنین کے اقبال۔ اور میری خوش قسمتی سے اچھی ہو گئین۔ اور پھر اس کے ساتھ بابکیون کا قلع و قمع ہو گیا۔ اور جتنے بیگناہ زن و مرد اُن کے ہاتھ مین اسیر تھے آزاد ہو گئے غرض ہم ہر طرح کامیاب و بامراد ہو کے آستان خلافت پر حاضر ہون گے۔“

علی ”فوراً چل کھڑے ہونے مین یہ مصلحت بھی ہے کہ یہ علاقہ خاص بابکیون کا ہے ممکن ہے کہ اُن کا کوئی نیا سرغنا اُٹھ کھڑا ہو۔ پہاڑون کے درون مین وہ کوئی نئی جماعت جمع کر لے اور ناگہان حملہ کر کے بابک کو چھڑا لیجانے کی کوشش کرے۔ اس دائم الخمر بے ایمان کا یہان رکھنا ہرگز مناسب نہین۔“

افشین ”سچ ہے۔ اور مجھے آپ کی رائے سے بالکل اختلاف نہین مگر جب تک فرمان خلافت نہ آجائے روانگی مناسب نہین ہے۔ دربار خلافت مین بیسیون ایسے لوگ ہین جن کو ہماری کامیابی پر حسد ہوگا۔ آنکھین اگر ہماری کارگزاریون پر خاک ڈالنے کا کوئی ادنی بھی موقع ملے گا تو اُٹھا نہ رکھین گے۔ مین نے امیر المومنین کی خدمت مین لکھ بھیجا ہے کہ یہ مہم کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئی۔ اور فقط یہ باقی ہے کہ وہان حاضر ہو کے آستان بوس ہون جس کے لیے اجازت کا اُمیدوار ہون۔“

علی ”تو بیشک بغیر اجازت کے کوچ نہ کرنا چاہیے۔“

افشین ”آج جی چاہتا ہے کہ ماہ آفرید کو بُلوا کے اُس سے کچھ باتین کرون۔ وہ جب سے گرفتار ہو کے آئی ہے مجھے اتنی بھی فرصت نہ ہوئی کہ کبھی اُسے اپنے سامنے بُلاتا۔“

علی ”ضرور بُلوائیے۔ اُس نے سب سے زیادہ فریب دیا۔ مجھے پہلے تو اُس سے چندان پرخاش نہ تھی مگر پھر بھی عالیہ کے ساتھ اُس نے جو سلوک کیا وہ معافی کے قابل نہین ہے۔“

افشین ”اسی پر کیا موقوف ہے۔ میرے نزدیک تو اب اُس کا کوئی فعل درگذر کے قابل نہین ہے۔ سکر مین نے اُس پر محبت کا اظہار کیا تھا۔ اُس پر بھروسا کر لیا تھا۔ اور یہ نہ جانتا تھا کہ مجھے چل دیگی۔ اسی لیے اُس کو بُلاتا ہون کہ دیکھون اب وہ کیا فقرہ بناتی ہے۔“ یہ کہہ کے اُسنے ایک معتبر سپاہی کو بھیج کے اُسے قیدخانے سے بُلوا لیا۔ بابک کے تمام رفقا مرد ہون یا عورتین اسی اندیشے سے کہ فریب دیکے بھاگ نہ جائین۔ سر سے پاؤن تک زنجیرون مین جکڑ کے اور نہایت سخت پہرے مین رکھے گئے تھے۔ چنانچہ سونے چاندی

کے زیور کے عوض فولادی زنجیرین کھڑکھڑاتی ہوئی وہ آئی - اور افشین علی اُس سے اپنے ایک خلوت کے خیمے مین ملے -

اب ماہ آفرید مین نہ وہ اگلی ہوشیاری وچالاکی تھی - اور نہ وہ پہلا سا باتین بنانا - سامنے آکے خاموش کھڑی ہوگئی - اور آنکھین نیچی کرلین - افشین نے بُلا کے پاس بٹھالیا - اور جو سپاہی اُسے اپنی حراست مین لائے تھے اُنھین حکم دیا کہ خیمے سے باہر جاکے ٹھہرین - ان سپاہیون کے چلے جانیکے بعد افشین نے کہا " ماہ آفرید - اودھر دیکھو - ذرا چار آنکھین کرو "

ماہ آفرید - (آنکھین نیچی کیے ہوئے) " بیوفاؤن اور بے رحمون سے چار آنکھین کرنا مجھے نہین آتا "

افشین - (مسکرا کے) " بے وفا و بے رحم تم ہو یا مین ؟ "

ماہ آفرید " محبت کا دعوےٰ اور یہ سلوک کہ مین پابہ زنجیر ہون اور طوق و سلاسل پہنے - دُنیا مین کس عاشق نے محبوبہ کو یہ زیور پہنایا ہے ؟ "

افشین " مجھے محبت تھی مگر اب نہین رہی - تم نے میری محبت کی جیسی قدر کی ویسا ہی سلوک بھی دیکھ رہی ہو مین نے سمجھایا کہ قلعۂ بذ ہماری ہاتھون فتح ہوگا اور بابک جس کی رفاقت و اُلفت کا تم دم بھرتی ہو ایکدن ہماری ہاتھ مین ضرور گرفتار ہوگا - مگر تم نے سماعت نہ کی - مین یہ نہین چاہتا تھا کہ تم بابک سے بیوفائی کرو - فقط اتنا چاہتا تھا کہ میری دوست بن جاؤ - وہین بابک کے پاس رہو - مگر دل سے میری دوست ہو جاؤ - مگر تم نے بالکل پروا نہ کی - اور نتیجہ یہ ہوا کہ مین نے بھی اپنا دل تمھاری طرف سے پھیر لیا - تم دو بار گرفتار ہوکے آئین اور دونون بار مین نے تمھین عزت اور محبت سے پاس بٹھایا - زنجیرین کھلوا دین - اور تمھارے حُسن کا اس قدر لحاظ و خیال کیا کہ تمھاری مرضی کے مطابق بے تکلف تمھین تمھارے بے ایمان آقا کے پاس پہونچا دیا - میرے اس محبت کے سلوک کا یہی معاوضہ تھا جو تم نے کیا ؟ "

ماہ آفرید " مین مانتی ہون کہ بابک کو چھوڑ کے مین آپکے پاس نہین چلی آئی - یا آپ کی خواہشون کو مین نے نہین منظور کیا - مگر یہ دُنیا کے سارے معشوق کرتے ہین - سچی محبت تو معشوق کی ان باتون کو ناز و انداز خیال کرتی ہے - آپ کے یہان شاید اُسے دشمنی سمجھتے ہونگے لیکن میرے دل مین آپ کی محبت اُسی دن پیدا ہوگئی تھی جس دن پہلی بار آپ سے ملی ہون - مگر کیا کرتی - معتقد تھی کہ بابک مین خدائی قوت ہے - نہ کوئی آنکھین بکھیر سکتا ہے اور نہ کوئی اُن کے پنجے سے چھوٹ سکتا ہے - میرے دل مین اندیشہ تھا کہ جہان جاؤن گی اور جہان رہون گی اُن کے مؤکل وہان سے مجھے پکڑ لائین گے اور مار ڈالی جاؤن گی - لیکن اس پر بھی مین نے آپ کو کون سا ضرر پہونچایا جو آپ فرماتے ہین کہ مین نے محبت کا بُرا معاوضہ کیا ؟ "

افشین: "اب میرے دل مین ذرا بھی تمھاری محبت نہین ہی اور مجھے عشق نے ویسا اندھا نہین رکھا ہو جیسا پہلے تھا۔ اب مین تمھاری حرکتون اور تمھاری دغابازیون کی طرف سے آنکھین نہین بند کر سکتا۔ سچ سچ بتاؤ ریحانہ کو قصر شیرین سے بابک کے کون سے مؤکل لائے تھے؟"

ماہ آفرید: "وہی جو اُن کے مؤکل ہین لائے تھے۔"

افشین: "تم تو اُن مین نہ تھین؟"

ماہ آفرید۔ (ذرا تامل کے بعد) "ہان مین تھی۔ ریحانہ نے غالباً آپ سے کہا ہوگا؟ لیکن ہوا یہ کہ بابک کے مؤکل جو کوہ قاف کے دیو اور پری زاد ہین جب پتہ لگا کے آئے اور اُن کے لینے کو گئے تو بابک نے حکم دیا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لیتے جائین تاکہ مین اُنھین دلدہی اور تشفی سے لے آؤن۔ اور اُن مؤکلون کو دیکھ کے وہ سہم نہ جائین۔"

افشین۔ "مگر تم نے یہی مجھے بتا دیا ہوتا۔"

ماہ آفرید: "یہ بابک کا راز تھا۔ مین اسے کیسے بتا دیتی؟"

افشین: "بیشک تم ایک کی بدمعاشیون مین اس کی رازدار رہی ہو۔ اسی وجہ سے مین نے سُنا کہ نہ کوئی جن تھا نہ کوئی دیو۔ بابک کے چند بدمعاشون کو ساتھ لے کے تم گئی تھین اور چورون کی طرح ریحانہ کو لے آئین۔"

ماہ آفرید: "یہ آپ سے کسی نے غلط کہہ دیا ہے۔"

افشین: "ثبوت چاہتی ہو؟"

ماہ آفرید: "ہان میرے نزدیک تو اس کا کوئی ثبوت نہین ہو سکتا۔"

افشین نے تائبہ کو پہلے سے بُلوا کے دوسرے خیمے مین بٹھا لیا تھا۔ اُس کا اشارہ ہوتے ہی لوگون نے اُسے سامنے لا کے کھڑا کر دیا۔ اور افشین نے کہا "دیکھو یہ تمھارے ملحد اور ہرائی مقتدا کی محرم راز جاویدان پرست ہین اور اب بچے دل سے خدا اور رسول پر ایمان لا چکی ہین جھوٹ نہین بول سکتین۔"

جاویدان پرست کی صورت دیکھتے ہی ماہ آفرید کا خون خشک ہو گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا اور حسرت کے ساتھ اُس کی صورت دیکھنے لگی۔ افشین نے اس عورت کی طرف دیکھ کے کہا "تم اب مسلمان ہو گئی ہو۔ اور جھوٹ بولنے اور ہر قسم کے گناہون سے توبہ کر چکی ہو۔ اس لیے ایمانداری کے ساتھ سچ سچ بیان کرو کہ ریحانہ کو قصر شیرین سے مدائن کون لایا؟ اور وہ کسی طرح لائی گئی؟"

جاویدان پرست نے جو اب تائبہ کے نام سے نامزد تھی کہا "حضور مین جھوٹ نہ بولون گی۔ اور جو کچھ ہوا ہے سچ سچ بلاکم وکاست بیان کر دون گی۔" یہ کہہ کے

اُس نے قسم کھا کے وہ سارے واقعات بیان کر دیے جو افشین سے بیان کیے تھے اور آخر مین کہا "حضور اس قسم کے کامون کا اہتمام یا میرے متعلق تھا یا اُنھین ماہ آفرید کے جو سامنے کھڑی ہین۔ عام لوگون مین تو شہرت دی گئی تھی کہ بابک کے مُوکل جسے وہ حکم دین اُٹھا لایا کرتے ہین اور بابک کو غیب کی باتون کی خبر ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن اس شہرت کی تصدیق جن واقعات سے کرائی جاتی وہ ہم ہی دونون کے ہاتھون سے انجام پاتے۔ اور ہمارا فرض تھا کہ اصل راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دین"

افشین "ماہ آفرید اب تو شاید تم مان لوگی کہ مین نے تمھاری محبت جو اپنے دل سے نکال ڈالی تو بیجا نہین کیا؟"

ماہ آفرید ۔(خوف سے کانپتے ہوئے) "بیشک مین بدقسمت ہون اور آپ کی عنایت کے قابل نہین۔ لیکن فیاض بہادر جس سے محبت کرتے ہین اُس کے قصور کو معاف بھی کر دیا کرتے ہین"

افشین "لیکن جب ایک ہی قصور ہو۔ عالیہ کو تم بہن بنا کے اور دوستی و ہمدردی کا وعدہ کرکے اپنے ساتھ لے گئین۔ لیکن اُس وقت جب وہ ریحانہ کو بابک کے قیدخانے سے نکال کے لے چلی تو تم اُسکی اور ریحانہ دونون کی دشمن ہو گئین"

ماہ آفرید "اس پر مین مجبور تھی مین بابک کی معتقد اور اُن کے دین مین تھی۔ اُن کے حکم سے ریحانہ بلوائی گئین۔ تاکہ وہ اُنھین ساتھ لیجائین مین نے عالیہ کو بھیجا کہ اُنھین لے آئین۔ مگر اُنھون نے کوشش کی کہ اُنھین بھگا کے آپ کے لشکر مین پہونچا دین۔ ایسی حالت مین بھلا کیسے ممکن تھا کہ مین اُن کو گرفتار نہ کرا دیتی؟"

افشین "بابک کی بدمعاشیون اور مکّاریون کا راز جب تم پر کھلا ہوا تھا تو یہ غیر ممکن ہے کہ تم دل سے اُس کی معتقد ہو یا اسے اچھا سمجھتی ہو۔ یہ کیون نہ کہو کہ تم بھی بدمعاش اور مکار تھین اور اُسکی بدمعاشی و مکّاری مین شریک تھین۔ اور مکاری و کیادی اور بدکاری نے تمھارے دل کو اس قدر سیاہ اور سخت کر دیا ہے کہ نہ تمھین بیگناہ ریحانہ کی مظلومی پر ترس آیا نہ وہ عہد وفا یاد آیا جو تم نے عالیہ کے ساتھ کیا تھا۔ اور اپنی قلبی قساوت سے دونون کی جان لینے کی درپے ہو گئین"

ماہ آفرید ۔(دہشت زدہ ہو کے) "مگر یہ اس لیے تھا کہ اُس وقت تک مین بابک کی پیرو اور خرمی مذہب کی پابند تھی۔ لیکن اب اُس مذہب سے توبہ کرکے آپ کے ساتھ سچی محبت و وفاداری کا وعدہ کرتی اور دین اسلام مین داخل ہوتی ہون"

افشین "کوئی اور خرمی کہتا تو مین مان لیتا۔ مگر تم تو بابک کی جعلسازیون مین شریک اور اُس کی

مکاری سے واقف تھین۔ ایسی عورت کے ساتھ مین نہ محبت کرسکتا ہون اور نہ اُس کا قصور معاف کرنا میرے اختیار مین ہے۔"

ماہ آفرید۔ (یاس کے لہجے مین) "تو پھر میری نسبت کیا ہوگا؟ اور مجھے کیا سزا دی جائیگی؟"

افشین۔ "تمھین بابک سے سچی محبت ہے۔ ایسی محبت کہ اُس کے عیب جانتے اور اُس کے اندرونی حالات سے واقف ہونے پر بھی اُسی کا دم بھرتی تھین۔ اور ہمارے دین کا قطعی فتویٰ یہ ہے کہ "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" (ہر مرد اُسی کے ساتھ ہے جس سے اُسے محبت ہو) لہذا تم آخر تک بابک کے ساتھ رہوگی۔ اور جو اُس کا حشر ہوگا وہی تمھارا بھی ہوگا۔"

ماہ آفرید۔ "یہ حکم جو آپ نے فرمایا مردون کے لیے ہے۔ اور مین تو عورت ہون۔"

افشین۔ (ہنس کے) "یہان مرد سے مراد انسان ہے۔ مرد ہو یا عورت۔ تمھارا یہ لطیفہ بہت دلچسپ تھا۔ کاش مجھے تم سے محبت ہوتی کہ مجھے اس لطیفے مین مزہ آتا۔ اب تمھارے لیے آخری فیصلہ یہ ہے کہ مجھے تمھارے معاملے مین کوئی اختیار نہین۔ تم ہشتم آل عباس امیر المومنین معتصم باللہ کے سامنے جاؤ گی۔ اور وہ جو حکم دین گے اُس پر عمل ہوگا۔ مین نے فقط یہ کہنے کے لیے تم کو یہان بلایا تھا کہ تمھارا وہ دعویٰ کیا ہوا کہ بابک کو کوئی روک نہین سکتا۔ گرفتار نہین کرسکتا۔ وہ ہر بندش اور ہر قید سے نکل جاتے ہین۔ اور اُن کے شہر بذ پر قبضہ پانا غیر ممکن ہے۔ اُس وقت تو مین سمجھتا تھا کہ تمھارا اعتقاد یہی ہے۔ مگر بعد معلوم ہوا کہ جیسا وہ حقیقت مین تھا ویسا ہی تم اُسے جانتی تھین۔ اصل مین تمھین خود اپنے مکر و فریب پر غرہ تھا کہ کوئی اُسے پا نہین سکتا۔ مگر مسلمان بہادرون کی شجاعت و جان بازی نے تمھارے اس طلسمی قلعے کو ڈھا دیا۔ آج بابک ہماری قید مین ہے۔ اُس سے جا کے کہو کہ اگر اُس مین کوئی قدرت ہے تو اپنی خدائی قوت دکھا کے اس قید سے نکل جائے۔ اور تمھارا شہر بذ جسے تم ناممکن الفتح بتاتی تھین ہماری تلوارون سے فتح ہوگیا۔ اور اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ آئندہ نسلین جانین گی بھی نہین کہ وہ کہان تھا۔ اب تم پھر جا کے اپنے پیر اور آقا کے پاس بیٹھو اور اُس سے تقاضا کرو کہ اپنے آپ کو اور تمھین اُس عذاب سے بچائے جو اُس کے سر پر نازل ہونے والا ہے۔"

اب ماہ آفرید خاموش تھی اور مایوس۔ آنکھون سے آنسو جاری تھے اور چاہتی تھی کہ افشین کے قدمون پر گر کے اپنا قصور معاف کرائے۔ کہ ترکی سپہ سالار خلافت کے حکم سے لوگ اُسے واپس لے گئے۔ اور بابک کے خرمی کے پاس بٹھا دیا۔ اُس کے جانے کے بعد علی نے افشین سے کہا "اس کے ساتھ آپ کے پہلے برتاؤ سے مجھے یقین ہوگیا تھا کہ آپ کو واقعی اس سے محبت ہے۔ مگر آج کھلا

کہ اس محبت کو ایک حد تک حُسن تدبیر کہنا چاہیے ؟"

افشین - (مسکرا کے) "یہی بدگمانی میری انہیں زندگی شیرین کو بھی ہے - اور لطف یہ کہ اُن کی لونڈی کیوآن دخت کا بھی یہی خیال تھا - اگرچہ ظاہر ہے کہ ایسی جانی دشمن ناحشنہ کے ساتھ کسی کو کیسے محبت ہو سکتی ہے - در اصل مین چاہتا تھا کہ اس عورت کو دوست و ہمراز بنا کے قلعے کے اندر کے حالات خصوصاً ریحانہ کی حالت معلوم کرون - اور اُس کی ظاہری بے عقلی کی باتون سے خیال ہوتا تھا کہ یہ میری دوست ہو جائے گی - مگر یہ مجھ سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوئی - مجھے فریب دیا - اور جن باتون کو دریافت کرنا چاہتا تھا اُن مین سے ایک بھی نہ بتائی - خیر اب جب یہ اپنے کیفر کردار کو پہونچے گی اُس وقت سب کو معلوم ہو جائے گا کہ مجھے اُس کے ساتھ کیسی الفت تھی ؟"

اس کارروائی کے بعد افشین وہان سے رخصت ہو کے زنانے خیمے مین گیا - اور علی یہان سے اُٹھ کے اپنی پھوپی عالیہ کے پاس گیا کہ یہ واقعات بیان کرے -

---

ستر ھوان باب

پا بزنجیر خدا

اس واقعے کو ایک ہفتہ گذرا تھا کہ سامرہ سے جو فی الحال دار الخلافت عباسیہ اور ترکی افواج کا کیمپ قرار پا گیا تھا - معتصم باللہ کا فرمان آیا کہ افشین مع اپنے تمام قیدیون اور اپنے ہمراہی لشکرون کے واپس آئے - افشین اور علی و عالیہ سے زیادہ اس حکم کا انتظار لشکریون کو تھا جیسے ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ بارگاہ خلافت سے واپسی کا حکم آ گیا لوگون کی جان مین جان آ گئی - ہر طرف خوشی کے چرچے تھے - اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہا تھا -

سب سے زیادہ مسرت افشین کو تھی - کیونکہ اُس کے اسلحہ اور اُس کے حُسن تدبیر سے خلافت کو اپنے دشمنون پر اور دینداروں کو بے دینون پر اتنی بڑی فتح حاصل ہوئی تھی جو قیامت تک یادگار رہیگی - خصوصاً المعتصم نے اسکی ایسی قدر کی کہ آج تک کسی شاہی سردار کی اتنی قدر نہین ہوئی تھی - فرمان خلافت جاری ہوا کہ افشین جس روز برزند سے روانہ ہو اُس دن سے جس روز تک وہ سامرہ مین داخل ہو ہر منزل پر اُسے ایک خلعت گران بہا اور ایک اعلیٰ درجہ کا گھوڑا مع ساز و یراق کے عطا کیا جائے - چنانچہ افشین کے روانہ ہوتے ہی ہر منزل پر اس کا انتظام ہو گیا تھا - وہ

دن بھر سفر کر کے شام کو جہاں پڑاؤ ڈالتا۔ دار الخلافت کا کوئی عہدہ دار استقبال کے لیے موجود ہوتا جو امیر المومنین کی جانب سے اُسے خلعت اور اسپ صبا رفتار عطا کرتا۔

جب سامرہ ایک منزل رہ گیا اور وہ نہر حذیفہ کے پلون پر پہونچا تو خلیفہ معتصم کا بیٹا اور ولی عہد خلافت ہارون واثق مع دیگر معزز اعزائے شاہی کے اُس کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ یہ لوگ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ اور خلافت کی جانب سے خلعت اور گھوڑا اُس کے سامنے پیش کیا۔ اور دوسرے دن بڑے تزک و احتشام اور کرّ و فر سے اُٹھے اور اُس کے تمام لشکر کو خاص اپنی مشایعت سے اور اپنے جلوس کے ساتھ لیجا کے سامرہ مین داخل ہوئے۔

سامرہ آج کے دن دُلھن بنا ہوا تھا۔ سارے شہر کی آراستگی کی گئی تھی۔ اور رات کو تمام سڑکون پر اور ہر گلی کوچے مین روشنی کا انتظام تھا۔ جا بجا دولت ہاشمیۂ عباسیہ کے سیاہ علم ایک پُر اثر ہیبت اور رونق و جبروت سے تمام عالی شان عمارتون اور شاہی قصرون پر لہرا رہے تھے۔ شہر کے تمام اُمرا و ارکین دولت۔ کُل شاہی غلام جن کا شمار تیس ہزار سے زیادہ تھا۔ اور شہر کی تمام موجودہ فوجین زرق برق وردیون اور لباسون سے آراستہ اور اپنی اپنی بیرقون مین بٹی ہوئی افشین کے استقبال کو نکلین۔ اور اُسکے داخلے کا تماشا خود معتصم نے اپنے قصر کے بالائی برجون سے دیکھا۔

اس مہم کے فتحمند سپہگر افشین کے ساتھ ایوان خلافت کے سامنے پہونچے۔ بڑے پھاٹک کے قریب پہونچتے ہی سب نے زور و شور سے نعرہ لگایا کہ "اقبال خلافت بلند!" اس کے بعد افشین گھوڑے سے اُتر کے معتصم کے دربار مین حاضر ہوا۔ اور "السلام علیک یا امیر المومنین" کہہ کے نذر دکھائی۔ معتصم نے بڑے اظہار مسرت کے ساتھ اُسے پانچ خلعت اور پانچ عربی گھوڑے عطا کیے اور کئی لاکھ اشرفیان اس کے علاوہ مرحمت کین۔ پھر اس مہم کے تمام سردارون اور سپاہیون کو جن کی شجاعت و دلیری کی افشین نے تعریف کی حسب درجہ کارگزاری خلعت و انعام دیا گیا۔

اب افشین نے عرض کیا "اجازت ہو تو بابک اور اُس کے ہمراہی اسیر حاضر کیے جائین"۔

اس کے جواب مین معتصم نے کہا "بابک سے مین آج نہین ملون گا۔ وہ اور اُس کے تمام اعزہ و رفقا خاص میرے محل مین جدا جدا کمرون مین ٹھہرائے جائین جس کے لیے مین نے محل کو خالی کروا دیا ہے۔ سُنتا ہون وہ بڑا ہوشیار اور بڑا منطقی ہے۔ اور مین جاہل ان پڑھ ہون مین پہلے کسی عالم کو بھیج کے اُس سے بحث کراؤن گا۔ اور اُس کے بعد خود ملون گا"۔ یہ کہہ کے معتصم نے

افشین کو رخصت کیا۔ اور دربار برخاست کر کے خلوت کے کمرے مین قاضی القضاۃ دولت اسلامیہ قاضی ابن ابی داؤد کو بُلا کے کہا "مین چاہتا ہون کہ مجھ سے پہلے آپ بابک کو دیکھین اور اُس کی حالت کا اندازہ کرین۔ پھر آپ کے کہنے کے بموجب مین اس بے دین باغی سے ملون گا۔"

ابن ابی داؤد معتزلہ کے سرگروہ اور معتصم کے نفس ناطقہ تھے اور تمام علمائے اہل حدیث سے مسئلۂ خلق قرآن مین اُنھین سے مناظرہ ہوا کرتا تھا۔ بظاہر عالم بے بدل اور فی الحقیقت بہت بڑے پالٹیشن اور مدبر سلطنت تھے۔ اُسی دن رات کو وہ بابک خرمی کے دیکھنے کو آئے جس کمرے مین بابک تھا اُس کے برابر والے ایک بالائی کمرے مین خاموش بیٹھ گئے۔ جہان سے بابک کے تمام حرکات و سکنات نظر آ سکتے تھے۔ پھر اپنے چند شاگردون کو بھیجا جو بابک سے نہایت اخلاق کے ساتھ ملے۔ مزاج پرسی کی اور اُس کے خیالات و عقائد پوچھے۔ بابک کو زندگی سے یاس تھی۔ موت آنکھون کے سامنے نظر آ رہی تھی۔ کہنے لگا "آپ یہان مجھ سے کیا پوچھتے ہین؟ اسیر ستم ہون اور موت کا آرزومند۔ آپ بذمین آ کے مجھ سے ملتے تو مین آپ کو اپنا مذہب بتاتا۔ اپنے عقائد کی تعلیم دیتا۔ اور اپنے ہر دعوے کے برحق ہونے کا ثبوت دیتا۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ مین بغیر شراب پیے سچائی کو ظاہر نہین کر سکتا۔ بادۂ گلفام و خسرو و فرخ نہاد جمشید کی سنت ہے۔ اور جس یکجہتی۔ توجہ۔ اور دُھن کی ضرورت عبادت اور یزدان پرستی کے لیے ہے وہ بغیر شراب آتش لباس کے انسان کو نہین نصیب ہو سکتی۔ مجھے شراب پلاؤ۔ مست و مخمور کر دو۔ اور بادۂ وحدت کے جتنے جام کہو تمھین بھر بھر کے پلا دون۔"

ایک شاگرد "تو کیا شراب احمر کا پینا عبادت ہے؟"

بابک "سب سے بڑی عبادت۔ اور ذریعۂ عبادت۔ تم لوگ عبادت کے لیے وضو و طہارت کی شرط لگاتے ہو۔ مگر تمھاری طہارت فقط ظاہری اعضا اور جلد کو پاک کرتی ہے۔ بمقابل اس کے بادۂ حمری کا جام جسم کے اندر ہر رگ و پے اور روح تک کو پاک و صاف کرتا ہے۔ اُس کے پیتے ہی گرمجوشی پیدا ہوتی ہے۔ یکجہتی اور دُھن قائم ہوتی ہے۔ عبادت کے لیے نیت درست ہو جاتی ہے۔ نہایت ہی سچا خلوص پیدا ہو جاتا ہے اور دل ہر عبادت مین بالکل محو ہو جاتا ہے۔ اور عبادت ہی پہ موقوف نہین بغیر بادۂ گلفام کے کوئی کام سچا اور درست نہین ہو سکتا۔"

شاگرد "لیکن شراب کے نشے مین جو دیوانگی و بے عقلی پیدا ہوتی ہے اُسے آپ کیا سمجھتے ہین؟"

بابک "وہ دیوانگی و بے عقلی بھی اچھی ہے جس مین خلوص اور دُھن ہو۔"

شاگرد "شراب کے اثر سے بُرے جذبات کو حرکت ہوتی ہے اور بداخلاقی کی خواہشین پیدا ہوتی ہین۔"

بابک۔ "چند اہون مضائقہ نہین جن بُرے جذبات اور نفسانی خواہشات مین سچائی ہو وہ بھی اچھے ۔میری شریعت مین ہر کام جو دل سے اور سچے ارادے سے کیا جائے اچھا ہے ۔اور جس مین نیت و عمل مین اختلاف ہو وہ گناہ و معصیت ہے"

یہ چند باتین کرکے قاضی ابن داؤد کا شاگرد بابک سے رخصت ہوکے چلا گیا ۔ اور قاضی صاحب بھی بابک کی تقریرین کے اور اُس کے اوضاع و اطوار کا اندازہ کرکے اُس پوشیدہ کمرے سے نکلے جہان چھپے بیٹھے تھے ۔ پھر شاگرد سے مل کے کہا "تمھاری اور بابک کی گفتگو تو مین نے سنی مگر یہ بتاؤ کہ اُس شخص کی نسبت تمھاری کیا رائے قائم ہوئی ہے ؟"

شاگرد "حضرت ہمین تو وہ بہت ذی ہوش اور صاحب علم نظر آیا ۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ بدکار شہوت پرست اور نفس کا بندہ ہے ۔ ملحدانہ عقائد رکھتا ہے اور ایسے شخص کو قائل کرنا دشوار ہے"

قاضی صاحب "میرا بھی یہی خیال تھا کہ وہ ایران کا رندمشرب شاعر ہے اور رندانہ شاعرانہ خیالات پر اپنے عقائد کی بنیاد قائم کی ہے" دوسرے دن یہی واقعات اُنھون نے معتصم سے بیان کردیے ۔ اور کہا خود آپ اُس سے گفتگو نہ کرین بلکہ اپنے دربار کے فلسفیون اور حکمت یونان کے جاننے والون کو جمع کرین ۔ مین بھی حاضر رہون گا ۔ اور اگر وہ کوئی نامعقول بات کہے گا تو اُس کا جواب اُنسے دیا جائے گا"

دوسرے دن المعتصم نے دربار کیا جس کے لیے سارا شہر سامرہ آراستہ کیا گیا ۔ شہر کے پھاٹک سے قصر خلافت کے دروازے تک تمام مکانون پر جھنڈے نصب کیے گئے ۔ دونون جانب ہر گھر سیاہ عباسی پھریرون اور پرچمون سے سج دیا گیا ۔ اور اول سے آخر تک فوجین زرق برق وردیان پہن کے کھڑی ہوگئین ۔ جابجا بلند مقامون پر اُمرا اور اعیان سلطنت اپنے رسالون اور سپاہیون کے ساتھ ٹھہرے محل سے تقریباً ایک میل تک ترکون کی زبردست فوج تھی جس مین ہر ایک چمکتے ہوئے اسلحہ لگائے تھا اور بجائے خود پہلوانی کا دعویٰ رکھتا تھا ۔ قصر کے پھاٹک سے خاص دربار کے مکان تک معتصم کے کمسن خوبصورت ترکی غلام تھے جن کے کانون مین موتیون کے گوشوارے پڑے تھے ۔ حریر سرخ کے پاجامے پر زرین قبائین پہنے تھے ۔ کمر مین مرصع پٹکے کسے ہوئے تھے ۔ اور ہاتھون مین چھوٹے چھوٹے آبدار نیچے تھے ۔ فوج کی صفون کے پیچھے سامرہ اور گردو نواح کی تمام خلقت ٹکٹکی لگائے کھڑی تھی ۔

جب یہ سب انتظام ہوچکا تو بابک ، اُس کی ماں ۔ اُس کے بھائی بیٹے ۔ بیٹیان اور تمام اعزّہ و رفقا قصر کے زندان سے نکال کے شہر کے باہر لیجائے گئے ۔ جہان سے سب کو پیدل

ہاتھیوں پر بٹھا کے ترکی تن اور مسلح حبشیوں کی حراست میں ایوان خلافت کی طرف روانہ کیے گئے جس ہاتھی پر بابک سوار تھا سب سے اونچا تھا اور اُس کی سونڈ مستک اور کانوں پر مختلف رنگوں سے اعلیٰ درجے کے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔

قصر کی ڈیوڑھی پر پہونچا تو اُس عہد کے نامور شاعر محمد ابن عبد الملک الزیات نے اُس کی شان میں فی البدیہہ یہ دو شعر پڑھے جو سارے ممالک عرب میں مشہور ہو گئے۔

قد خضب الفیل کعاداتہٖ ۔۔۔ یحمل شیطان خراسان

والفیل لا تخضب اعضاءہٗ ۔۔۔ الا لذی شان من الشان

(حسب معمول ہاتھی کے اعضا رنگے گئے ہیں۔ خراسان والا شیطان اُس پر سوار ہے۔ اور ہاتھی کے اعضا جب ہی رنگے جاتے ہیں جب اُس پر کسی خاص شان والا آدمی سوار ہو)

اب بابک اور اُس کے ساتھی ہاتھیوں سے اُتار کے پابزنجیر معتصم کے سامنے حاضر کیے گئے۔ معتصم نے بہت غور سے اُس کی صورت دیکھی اور کہا "اس شیطان میں کون سی چیز ہے جس پر لوگ گرویدہ ہوئے اور اس کے ہاتھوں سے اتنا بڑا فتنہ پیدا ہو گیا؟" بابک اب نہایت مرعوب تھا جس استقلال نے زندگی بھر کسی نازک سے موقع پر بھی اُس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا آج رخصت ہو گیا آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان میں بات کرنے کا یارا نہ تھا۔ معتصم کی بات کا جب اُس نے کچھ جواب نہ دیا تو قاضی ابن ابی داؤد نے دست بستہ عرض کیا "امیر المومنین جتنی باتیں شیطان میں ہیں سب اس میں موجود ہیں۔ پھر لوگ کیوں نہ گرویدہ ہوں؟"

اس وقت ایک محترم عالم حدیث نے جو دربار میں حاضر تھے قدم بڑھا کے عرض کیا "اس کے لیے ابھی تک در توبہ بند نہیں ہوا۔ اگر اپنے عقائد فاسدہ اور اپنی بے دینی سے توبہ کرے تو امیر المومنین قصور معاف فرما دیں"۔

ابن ابی داؤد "یہ مرتد ہے۔ اور مرتد کا قصور نہیں معاف ہو سکتا۔ یہ قطعاً واجب القتل ہے"۔

معتصم "بیشک۔ اس کی توبہ کا اعتبار بھی نہیں ہے۔ جب اپنے پیروؤں میں پہنچے گا پھر شیطنت شروع کر دے گا۔ ایسے ملحد بے دین کو شرع ہرگز نہیں معاف کر سکتی۔ (دائیں سے) خود اس کے سیاف و جلاد کو حاضر کرو جس نے اس کے حکم سے ہزاروں بیگناہوں کی جانیں لی ہیں۔" انھوں نے فوراً اُس کے سیاف کو آگے بڑھا دیا جو بابک کے ہمراہیوں میں پیچھے کھڑا تھا۔

معتصم۔ (بابک کے جلاد سے) "تو بھی اپنے اس بے ایمان آقا کو موت کی سزا دے جس کے حکم سے ہزاروں

لاکھوں بیگناہوں کو قتل کر چکے ہو۔ کیا اچھا ہو کہ اپنے اس پا بزنجیر خدا کے حق مین بھی تم ہی فرشتۂ عذاب ہو
جلاد سہم گیا اور متامل و متردد تھا کہ دربار کے حاجب عرض بیگی نے ڈپٹ کے حکم خلافت کے
بجالانے پر مجبور کر دیا۔

اٹھارھوان باب

خاتمہ و انجام

اب سارے دربار پر عبرت طاری تھی۔ اپنے پرائے سب سہمے ہوئے تھے۔ اور علماء و اتقیا جو ایسا خونین منظر دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے وہ بھی مجبور تھے کہ اس جانستانی کے خوفناک تماشے کو اپنی آنکھون سے دیکھیں۔ ہر شخص کا دل دھڑک رہا تھا خصوصاً خرمی اسیرون اور اُن مین بھی بابک کی مان اور اُس کے بھائیون اور بیٹون بیٹیون پر تو بغیر کسی مرض کے نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ سب کا خون خشک تھا۔ اور اپنا بھی یہی انجام خیال کر رہے تھے۔

اتنے مین دربار کے بیچوں بیچ مین چمڑے کا خونین فرش بچھا دیا گیا۔ تاکہ زمین اور فرش خون کے بہنے سے خراب نہ ہو۔ بابک اُس کے بیچ مین باندھ کے بٹھا دیا گیا۔ جلاد زبردست تیغا سنبھال کے اُس کے قریب پہونچا اور اُسے زور سے کھینچ کے وار کرنے ہی کو تھا کہ معتصم نے کہا "ٹھہرو۔ یون معمولی طرح قتل ہونے سے اُن مظلومون کا دل نہ ٹھنڈا ہوگا جن کے مال و دولت اور عزت و ناموس کو اس خونخوار ڈاکو اور سیہ کار شرابی کے ہاتھ سے نقصان پہونچا ہے۔ پہلے اس کے ہاتھ پاؤن کاٹ کے دھڑ سے جدا کر دو۔" جلاد کی مجال نہ تھی کہ حکم خلافت پناہی کی تعمیل مین ذرا بھی کوتاہی کرتا۔ بابک کے دونون ہاتھ شانون کے پاس سے کاٹ کے جدا کیے۔ اور اُن کو خونین فرش پر ڈال دیا پھر دونون ٹانگین جڑ سے کاٹ کے الگ کین اور دھڑ کے پاس رکھ دین۔ اب چارون ہاتھ پاؤن چھپکلی کی دُم کی طرح چارون طرف پھڑک رہے تھے اور اُن کے درمیان مین بے ہاتھ پاؤن کا دھڑ یہ بے ہاتھ پاؤن کا دھڑ چلاتا۔ شور کرتا۔ اور روتا تھا۔ اور اس حالت مین بھی عاجزی کے ساتھ رحم کے لیے التجا کر رہا تھا۔ مگر معتصم نے اس کی آہ و زاری پر ترس کھانے کے عوض جلاد سے کہا "ابھی تھوڑی دیر اسے یون ہی پڑا رہنے دو۔ تاکہ مرنے سے پہلے اسے یقین ہو جائے کہ یہ خدا نہین بندہ اور قادر نہین مجبور ہے۔" بابک کی مان بدنصیب دخت نے جو بیٹے کو اس حال مین دیکھا تو تڑپ گیا

اس طرح تڑپ کے آگے آئی کہ اس کے حلق وسلاسل کے شور نے سارے دربار کو چونکا دیا۔ وہ معتصم کے سامنے زمین پہ گر کے بولی "امیر المومنین جلاد کو حکم ہو کہ پہلے مجھے قتل کرے۔ پھر میرے بیٹے کو جس کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی"۔

معتصم "وحشی عورت تو اس کی خدائی کی قائل تھی یا نہیں؟"

برجیس دخت "تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی؟ اپنے بیٹے میں ربانی قدرت اور یزدانی قوت دیکھ رہی تھی"۔

معتصم "تو پھر تجھے یہ تماشا دیکھنا بھی ضروری ہے جس خدا کو تو نے جنا تھا اسے یوں بے دست و پا تڑپتے دیکھ۔ باور کر کہ وہ خدا نہ تھا۔ بلکہ ایک مکار دغاباز بدمعاش تھا۔ بہر حال مرنے سے پہلے اپنا عقیدہ درست کر لے"۔

خدام دربار نے برجیس دخت کو ڈھکیل کے پیچھے کر دیا۔ اور معتصم نے جلاد سے کہا "اب اسے ذبح کر کے اس کا سر جدا کر دے تاکہ یہ شور و غل موقوف ہو جس نے تمام حاضرین دربار کو پریشان کر رکھا ہے۔ اور سب کے کان اڑا دیے ہیں"۔ اور جلاد نے جیسے ہی یہ خدمت انجام دی معتصم نے افشین کی طرف دیکھ کے کہا "میری بنت عم عالیہ اور ان ظالموں کی اسیر ستم ریحانہ کہاں ہیں فوراً انھیں میرے سامنے لاؤ"۔

دونوں خاتونیں پہلے سے قصر میں چھپی ہوئی ایوان خلافت کے ایک کمرے میں تھیں فوراً حاضر ہوئیں۔ معتصم ان کو آتے دیکھ کے اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں کو تعظیم سے اپنے برابر تخت پر بٹھا لیا۔ اور ریحانہ سے کہا "ان خونخوار لٹیروں کے ہاتھ میں اسیر ہوتے وقت تم نے مجھے پکارا تھا۔ اور تمہاری وہ صدائے دردناک سن کے میں نے "لبیک" کہی تھی۔ مگر آج تم سے مل کے کہتا ہوں کہ میں نے تمہاری آواز سنی۔ اور تمہاری فریاد کو پہنچا۔ دیکھو جن ظالموں نے تمہیں ستایا تھا تمہارے سامنے بندھے کھڑے ہیں۔ اور جس نے تمہاری آبرو پر حملہ کرنے کا قصد کیا تھا اس کا انجام بھی دیکھ لو۔ میں نے افشین سے سنا کہ بابک کو تمہیں نے جا کے گرفتار کیا اور اس پر بہت خوش ہوا۔ مگر اصلی خوشی ہم سب کو اب اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ دنیا اس ناپاک دعویدار ربوبیت سے پاک اور اس کے فتنوں سے خالی ہو گئی"۔

اس کے بعد معتصم نے جلاد سے کہا "اب اس کا پیٹ پھاڑ کے وہ تمام مادۂ فاسد نکال ڈال جو اس کے پر کینہ سینے میں بھرا ہوا ہے"۔ اس حکم کی بھی تعمیل ہو چکی تو حکم دیا کہ بابک کا سر خراسان

بھیج کے وہاں کے شہر در شہر نیزے پر رکھ کے پھرایا جائے - اور بے ہاتھ پاؤں کا دھڑ سامرّہ کی سب سے بڑی شاہراہ عام پر مصلوب کر دیا جائے - تاکہ عرب و عجم میں سب کو عبرت ہو - اور جن جاہلوں کے دل میں اب بھی اس کی خدائی کا کچھ خیال باقی ہو اُن کو معلوم ہو کہ اُن کے مصنوعی خدا کا کیا حشر ہوا۔

خود بابک کی قسمت کا فیصلہ کر کے معتصم نے باقی قیدیوں کی طرف توجہ کی - اور کہا "بابک کے بھائیوں میں سے ایک بغداد میں میرے بھتیجے اسحٰق بن ابراہیم کے پاس بھیجا جائے - اور ایک خراسان میں - اور دونوں جگہ عام لوگوں کے سامنے دونوں کے ساتھ وہی کارروائی کی جائے جو میں نے بابک کے ساتھ یہاں کی ہے - رہے اُسکے بیٹے اور تمام اعزا و رفقا - وہ سب بلا استثنا کل صبح کو سامرہ کے پھاٹک کے سامنے قتل کر کے شہر پناہ پر مصلوب کیے جائیں - عورتوں کی نسبت حکم ہوا کہ وہ افشین کے ہمراہیوں میں سے درشت مزاج اور سخت گیر سرداروں اور سپاہیوں میں تقسیم کر دی جائیں - اور لوگوں کو تاکید کر دی جائے کہ اُن کو نہایت ذلت سے رکھیں - اور ہمیشہ سختی سے پیش آئیں -

ان کاموں سے فراغت ہوتے ہی معتصم نے افشین کو بلا کے اُس کے گلے میں بیش بہا موتیوں کے دو ہار پہنا دیے - دو کروڑ دینار انعام میں عطا کیے - ایک بہت بڑی جاگیر دی - اور شعرا کو حکم دیا کہ اُس کی مدح کے قصیدے دربار میں سامنے آ کے سنائیں - بہت سے شاعروں نے خصوص اُنھوں نے جو افشین کے دوست تھے اُس کی مدح میں خوب خوب زور طبع دکھایا تھا - موقع پاتے ہی اُنھوں نے دربار میں قصیدہ خوانی شروع کر دی - اور خود معتصم سے داد سخن کے ساتھ صلہ و انعام پایا -

اب دربار برخاست ہوا - اور معتصم عالیہ اور ریحانہ کو ساتھ لے کے حریم خلافت میں گیا - وہاں اُن کو اپنی تمام قرابت دار خاتونوں اور خاص اپنی بیویوں سے ملایا - محل کے متصل ہی اُنھیں رہنے کو ایک عالی شان قصر دیا - اور کہا "خدا نے میری تمنا و آرزو پوری کر دی - اور مجھے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ میری یہ تمنا تمھارے ذریعے سے پوری ہوئی - اب تم دونوں کی جو تمنا ہو بتاؤ کہ اُسے بھی پورا کر دوں "

عالیہ " امیر المومنین کی تمناؤں کے ساتھ ہماری سب تمنائیں بر آئیں ہمیں کسی بات کی ہوس نہیں - میرے بھتیجے علی نے اس مہم میں بڑے بڑے کام کیے ہیں - اور بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں - اس کی اس محنت و جانبازی کا معاوضہ یہ ہو کہ ریحانہ کے ساتھ اُس کی شادی کر دی جائے

اگر یہ کام امیر المومنین کے مبارک ہاتھون سے پورا ہو تو ہماری بڑی خوش نصیبی ہوگی"
معتصم نے عالیہ کی یہ درخواست بڑی خوشی سے قبول کی۔ عالیہ کو اپنی بیٹی بنا کے ریحانہ کے ساتھ اپنے محل مین رکھا۔ اور اسحق بن ابراہیم کو جو تمام عباسیون مین ممتاز تھا اور بغداد مین رہتا تھا بلوا کے علی کو اُس کے سپرد کیا اور کہا "میری خوشی ہے کہ علی کو تم اپنا فرزند بنا کے اپنے پاس رکھو مین اس کے ساتھ ریحانہ کو بیاہ دون گا جسے مین نے اپنی بیٹی بنایا ہے اور اپنی تمام بیٹیون سے مجھے زیادہ عزیز ہے تم سے جہان تک بنے بڑی دھوم دھام اور نہایت کر و فر سے برات لانا۔ اور مین بھی اپنے حوصلے کے مطابق جہیز دے کے ریحانہ کو رخصت کردون گا۔ بابک کی شرارتون اور بے دینی کی حرکتون سے میرے دل کو بڑے بڑے صدمے پہونچے ہین۔ اور ان صدمون کو یہی خاندانی تقریب دور کر سکتی ہے" اسحق نے معتصم کی یہ تجویز بڑی خوشی سے قبول کی اور اُسی وقت سے شادی کا اہتمام ہونے لگا چنانچہ دو ہی ہفتون کے بعد اہل سامرہ و بغداد نے ایک بڑے بھاری جشن طرب کا لطف اُٹھایا اور ایسے شان و شکوہ سے شادی ہوئی کہ لوگون کو اُس کا لطف مدتون یاد رہا۔